تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے!

جب ہم اہل حکومت اور برادرانِ وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں اپنے ایمانی بھائیوں سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے شکایت کریں گے اور ان کا دامن پکڑیں گے، لیکن آپ کا گریبان پکڑلیں گے، اور وہ ہاتھ ہمارا نہیں ہوگا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا، وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریبان پکڑے گا، اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون کو جہاں چلا سکتے ہو وہاں چلا رہے ہو کہ نہیں؟ تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون کو چلائے، اس کا احترام کرے!!

اگر آپ یہ طے کرلیں کہ خلاف شرع رسمیں اب ہمارے گھر میں نہیں ہوں گی، اور ہم شریعت کے قوانین پر چلیں گے، تو پھر دیکھئے گا کہ آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ دلوں میں انقلاب پیدا کردے گا، آپ کے قانون میں مداخلت کی کوئی آواز نہیں اٹھے گی، لیکن جب تک کمزوری خود ہمارے یہاں ہے، آواز اٹھتی رہے گی، اس آواز کے اٹھنے کا جواز نہیں، میں صاف کہتا ہوں، ہم اگر کچھ بھی کریں جب بھی کسی جمہوری ملک میں اس کا جواز نہیں کہ ہمارے بنیادی اور مذہبی حقوق پر دست درازی کی جائے، لیکن آپ کو خود اپنی اصلاح پہلے کرنی چاہیے، اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

سالانہ زرتعاون ₹400

۲۵ر جنوری ۲۰۱۹ء

فی شمارہ ₹20

www.tameerehayat.com

عالم اسلام کی مؤقر علمی ودینی شخصیت نہ رہی

ندوة العلماء اپنے معتمد تعليم سے محروم

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ، نائب جنرل سکریٹری عالمی رابطہ ادب اسلامی و جنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر ومشرقی ممالک، جنرل سکریٹری مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، چیف ایڈیٹر عربی صحیفہ " الرائد"، شریک ادارت مجلّہ "البعث الاسلامی"، نائب صدر دارِعرفات رائے بریلی، ناظم مدرسہ فلاح المسلمین تیندوارائے بریلی اور متعدد علمی ودینی اداروں کے رکن رکین، فکر اسلامی کے نقیب ومغربی تہذیب وتمدن کے عظیم ناقد ومبصر، عربی واردو کے ممتاز وطبع زاد ادیب وانشاء پرداز، قدآور صحافی، داعی الی اللہ، علم وعمل کے حسین سنگم، تواضع وانکساری کے عظیم پیکر، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے قابل وفاضل بھانجہ اور ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مخدوم ومحترم

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے معزز ومکرم برادر خورد

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

۹؍جمادی الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۲۰۱۹ء بدھ کی صبح قرآن مجید کی آیات اور اذان فجر سنتے ہوئے، زبان مبارک سے اللہ أكبر اللہ أكبر، أشهد أن لا اله الا اللہ وأشهد أن محمداً رسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی دینی، دعوتی اور علمی خدمات کا بھرپور صلہ عطا فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں شہداء، صدیقین وصالحین کے ساتھ جگہ عطا کرے، آمین۔

ادارہ 'تعمیر حیات' اپنے قارئین سے مولانا مرحوم کی بلندیٔ درجات اور مالک یوم الدین کے روبرو مقام کریم کے لیے خصوصی دعا وایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

ادار یہ

اِک دیا اور بجھا، اور بڑھی تاریکی

شمس الحق ندوی

حدیث شریف میں صریح علامات قیامت میں سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا یعنی اس روئے زمین سے علمائے ربانیین اٹھتے جائیں گے۔

۱۶ر جنوری ۲۰۱۹ء مطابق ۹ر جمادی الاول ۱۴۴۰ھ بروز بدھ نماز فجر سے کچھ قبل معروف عالم دین، صاحب طرز عربی ادیب معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ وجنرل سکریٹری رابطہ ادب اسلامی مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رب کریم کے جوارِ رحمت میں منتقل ہوگئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نامور ماموں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے، اس لیے ان کے اندر ماموں جان کی وسعت علم وفکر اور حضرت شیخ الحدیث کی نظر شفقت ومحبت کے روحانی اثرات نمایاں تھے۔

وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت کے بعد کافی عرصہ تک آل انڈیا دہلی ریڈیو اسٹیشن کے شعبۂ عربی میں کام کرتے رہے، گو یہاں تنخواہ زیادہ تھی، لیکن خاندانی شرافت ونجابت کی وجہ سے وہاں کے ماحول سے غیر مطمئن نہیں بلکہ بیزار تھے، انھوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے اس کا ذکر کیا، حضرت شیخ نے ہی مفکر اسلام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے جو اس وقت ندوۃ العلماء کے ناظم تھے، فرمایا کہ ان کی زبان اور علم وادب سے ندوہ کو فائدہ اٹھانا چاہیے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بعض مصالح کی بنا پر اپنے عزیز بھانجہ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ منتقل کرنے میں تردد ہوا، لیکن حضرت شیخ الحدیث کے زور دینے پر ان کو ندوہ بلالیا، اور یوں مولانا مرحوم ریڈیو کی بڑی تنخواہ چھوڑ کر یہاں کی معمولی تنخواہ پر ندوہ منتقل ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کو ان کے علم وفضل کا غیر معمولی فائدہ پہنچا، طلبہ نے ادب وانشاء میں ان سے خوب فائدہ اٹھایا، طلبہ کی ذہنی وفکری تربیت بڑی حکمت وبصیرت کے ساتھ فرماتے، چنانچہ مولانا مرحوم کے سینکڑوں شاگردوں نے بڑی ترقی کی، کچھ عرصہ کے بعد وہ پندرہ روزہ "الرائد" اور ماہنامہ "البعث الاسلامی" کی مجلس ادارت میں شامل ہوگئے اور ان کے فکری وادبی مضامین سے علماء، دانشوران اور طلبہ کو بہت فائدہ پہنچا۔

پھر انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی نصابی کتابوں کی تیاری میں بھی اپنے محبوب بھائی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ خوب حصہ لیا، اور "تاریخ الأدب العربی، العصر الاسلامی"، "أعلام الأدب العربی فی العصر الحدیث" "مصادر الأدب العربی"، "تاریخ النقد للأدب العربی" جیسی اہم کتابیں تصنیف کیں، ان نصابی کتابوں کے علاوہ اردو اور عربی میں چھوٹی بڑی تقریباً ڈھائی درجن کتابیں لکھیں، آخری کتاب جو انتقال سے بس ایک دن پہلے طبع ہوکر آئی، وہ "صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی" تھی۔

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے انتقال کے بعد سے وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم رہے اور نہایت خاموشی وسنجیدگی کے ساتھ تاحین حیات ہر ممکن اس کا حق ادا کرتے رہے۔ مولانا مرحوم اپنے دینی، دعوتی اور تربیتی مضامین کے ساتھ اسلام مخالف مضامین کو بڑے واضح اور مدلل انداز میں بے نقاب کرتے، ان کے وقیع مضامین ندوہ کے عربی رسائل "الرائد" اور "البعث الاسلامی" میں چھپتے تھے، افادۂ عام کے لیے "تعمیر حیات" میں ان مضامین کے ترجمے بھی شائع ہوتے اور پھر وہ مختلف اخبارات میں نقل ہوتے۔ مولانا مرحوم ملک وبیرون ملک کے سیمیناروں میں بھی شریک ہوتے اور بڑے مفید اور معلوماتی مقالے پیش کرتے رہے، راقم سطور نے جب "تعمیر حیات" کی ذمہ داری سنبھالی تو اس کے لیے مضامین لکھوائے، کچھ عرصے کے بعد مولانا مرحوم نے ابو ہاجر کے نام سے مضامین لکھنے شروع کیے، ہمیں کچھ خیال نہ آیا کہ ابو ہاجر لکھنے کی وجہ پوچھیں، انتقال سے دو ہفتہ پہلے ہم دونوں کی گفتگو ہو رہی تھی، "تعمیر حیات" کا ذکر آیا تو فرمایا کہ کچھ دنوں ہم نے ابو ہاجر کے نام سے مضامین لکھے ہیں، پھر ابو ہاجر لکھنے کی وجہ یہ بیان کی کہ ہماری ایک ہی بیٹی تھی، ہاجرہ اس کا نام تھا، بچپن ہی میں اس

www.tameerehayat.com

کا انتقال ہوگیا، اس سے ہم کو بڑی محبت تھی، وہ بہت یاد آتی تھی، اسی یاد سے ہم نے ابو ہاجر لکھنا شروع کیا۔

مولانا مرحوم بڑے حساس اور رقیق القلب تھے، فرمایا کہ دہلی کے زمانۂ قیام میں جعفر مسعود کو میعادی بخار ہوگیا، ڈاکٹروں نے کھانا بند کر دیا تھا، ہم اور جعفر کی والدہ ان سے چھپا کر باورچی خانہ میں کھانا کھاتے، ہم کھانے بیٹھتے تو جعفر یاد آجاتے اور ہم سے کھانا کھایا نہ جاتا، اہلیہ سمجھاتیں کہ کھایئے، جعفر اچھے ہوجائیں گے تو کھائیں گے! زندگی میں یہ سب ہوتا رہتا ہے۔ بھائی سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کو ذرہ تکلیف ہوتی تو مولانا مرحوم کو بے چین ہوتے دیکھا کہ نماز اور دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔ مولانا مرحوم نہایت حلیم بھی تھے، ایک مرتبہ ''تعمیر حیات'' میں مضمون چھپا تو اس میں کچھ پروف کی غلطیاں رہ گئیں، ہم بہت پریشان ہوئے کہ مولانا کو کیا جواب دیں گے، مگر ذرا بھی ناراض نہیں ہوئے بس اتنا فرمایا کہ کچھ پروف کی غلطیاں رہ گئیں۔ مولانا مرحوم بہت خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے تھے، طبیعت میں سادگی تھی، اپنے کو نمایاں کرنے سے بہت بچتے تھے، اسٹیج پر بھی بیٹھنے سے بچنے کی کوشش کرتے اور اگر اسٹیج پر جانا پڑ جاتا اور کچھ بولنے کی بھی نوبت آتی تو گفتگو کے انداز میں ایسی علمی باتیں کرتے کہ حاضرین کو تعجب ہوتا، کبھی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے بات کرنے کی نوبت آجاتی تو مختلف پہلوؤں سے ایسی پراز معلومات باتیں کرتے کہ وہ حیران رہ جاتے کہ ایک عالم دین ایسی ہمہ جہت معلومات رکھتا ہے؟ مولانا کی باتوں میں تنقید واستخفاف کا انداز بالکل نہیں ہوتا تھا، اس لیے سامعین کو کسی طرح گرانی نہیں ہوتی تھی، ہر جگہ اعتراف وآفریں ہی کے جذبات پائے جاتے تھے۔

مولانا مرحوم ہمارے بزرگ تھے، ہم ان کی علمی باتوں اور اسلوب تحریر سے فائدہ اٹھاتے لیکن مولانا بربنائے شفقت ہمارے ساتھ رفیقوں جیسا معاملہ فرماتے، بہت سی گھریلو اور نجی باتوں کا بھی ہم سے تذکرہ کرتے جیسا کہ اوپر ابو ہاجر کی وضاحت میں گذرا، اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔

اس میں ان کے عظیم المرتبت ماموں جان کی تعلیم وتربیت، نانی مرحومہ خیر النساء بہتر اور والدہ ماجدہ سیدہ امۃ العزیز کی دعاؤں اور آرزوؤں کا بڑا دخل تھا، جس کو ان کے بڑے بھائی بانی مدیر ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ نے مناجات کے سانچہ میں اس طرح ڈھالا ہے ؎

الٰہی واسطہ دیتی ہوں تیری شانِ عالی کا
مری اولاد کو علم و عمل میں آسماں کر دے
انھیں اہل نظر کی راہ کا کر رہبر کامل
دلوں کے کارواں کا تو امیر کارواں کردے
بلائے ناگہانی سے بچا ان کو سدا یا رب
ہر اِک آفت سے تو محفوظ ان کا آشیاں کردے
رسول پاکؐ کے صدقہ میں ان کو اے مرے مولا
مبارک رہروانِ راہِ ختم المرسلاں کردے

اسی کا اثر تھا کہ تینوں بھائی علم وعمل کے جس بلند درجہ کو پہنچے، سبھی کو معلوم ہے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی راہِ ختم المرسلین کا عکس جمیل تھے، وہ علم وعمل اور فکر ونظر کا نہایت حسین پیکر نظر آتے تھے، صاحب وجاہت لوگوں سے ملنے ملانے کا مزاج نہیں تھا، اس سے بہت بچتے تھے، مولانا مرحوم نے اپنی وقیع تصنیفات وتالیفات، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں شاگردوں کے ساتھ مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی جیسا عالم، فاضل، عربی واردو دونوں زبانوں میں صاحب اسلوب مضمون نگار جانشین چھوڑا، اور دونوں پوتے مولوی سید خلیل حسنی ندوی اور مولوی سید امین حسنی ندوی بھی عالم وفاضل اور صاحب قلم ہیں، تیسرے پوتے سید عبدالحی حسنی ابھی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہی کے درجات تخصص میں زیر تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بہت بلند فرمائے، موت برحق ہے اور آنی ہے لیکن ان کے انتقال سے اہل خاندان تو اہل خاندان ہیں، ان کے رفقاء ومحبین اور تلامذہ پر جو کچھ گذری، بیان سے باہر ہے، ندوہ کی پوری فضا سوگوار معلوم ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

مرد مومن

فرشتہ صفت انسان کا سفر آخرت

محمد جاوید اختر ندوی

آئے دن ہماری زندگی میں کتنے ہی واقعات و حوادث ایسے پیش آتے ہیں، ہم ان پر مجبوراً ہی یقین کرتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، انسانی طبیعت کی کمزوری ہے کہ ناپسندیدہ اور المناک حوادث سے فرار کے بہانے تلاش کرتا ہے، خواہ یہ بہانے کتنے ہی غیر معقول کیوں نہ ہوں، مگر کیا حکم خداوندی اور تقدیر الٰہی کے سامنے آج تک کسی کا بس چل سکا ہے؟ دست قدرت نے جو لکھ دیا ہے، اسے اپنے وقت پر پیش آنا ہی ہے، کوئی اسے کیسے ٹالے! البتہ انسانی چہروں کے استعجابیہ خط وخال تو ایسے مواقع پر یہی کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ؎

یہ داستان درد کی ابھی نہ چھیڑ ہم نشیں
کہ موت آگئی انہیں، نہیں نہیں یقیں نہیں

ہم فرزندان ندوہ کی یہی کیفیت اپنے معلم و مربی اور محسن و مشفق مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کے تئیں ہے، جنہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے دل خون کے آنسو روتا ہے، اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں کہ وہ بغیر کسی آگاہی و بیماری کے سب کو اس طرح چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی حکمت و مصلحت پر ایمان نہ ہو تو انسان بمشکل یقین کر سکے، عمر کے جس مرحلہ میں وہ تھے، اس میں معمولی بیماریاں تو رہتی ہی ہیں، مولانا مرحوم نے منگل ۱۵ر جنوری کی شام سارے معمولات انجام دیے، نماز، تلاوت، اوراد و وظائف، مغرب بعد مہمان خانہ کے ہال میں اہل تعلق سے ملاقاتیں، عشاء کی نماز، پھر کھانا، اور مخدوم و مکرم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی مختصر دینی و علمی مجلس بھی ہوئی، اس کے بعد حسب معمول آرام کے لیے دونوں حضرات اپنے بستر پر لیٹ گئے، رات کے آخری پہر تقریباً چار بجے تہجد کے لیے بیدار ہوئے، ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، اس کے بعد پیٹ میں تیز جلن کا احساس ہوا، جو سوتے وقت ہلکا تھا، تکلیف آہستہ آہستہ بڑھتی گئی، موقع پر موجود آپ کے فرزند مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی، پوتے مولوی سید خلیل حسنی ندوی، نواسے مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی اور دیگر حضرات نے مولانا کو وہیں لٹا دیا، پیٹ اور سر سہلاتے رہے، مہمان خانہ کے معاون انچارج حافظ مصباح الدین نے علی الفور ڈاکٹر عرفان قدیر کو فون کیا، اسی دوران مؤذن نے اذان کے کلمات بلند کیے، تکلیف میں افاقہ ہوگیا، اور فرمایا کہ قرآن پڑھو قرآن پڑھو، ادھر تلاوت شروع ہوئی اور ادھر "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کہتے ہوئے زندگی بھر کا یہ تھکا ہارا مسافر رب کریم سے اپنے علمی و قلمی جہاد کا صلہ لینے اس کے حضور شاداں و فرحاں حاضر ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی و کل شیء عندہ بأجل مسمّی۔

نہ ڈاکٹر کا انتظار، نہ دوا علاج، نہ ہسپتال کا چکر، جس بے نیازی و خاموشی کی ساتھ پوری زندگی سرحد اسلام کی حفاظت کے لیے اپنے قلم و زبان کو وقف رکھا، اسی خاموشی کے ساتھ راہی ملک عدم ہوگئے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ جنہیں وہ بڑی محبت سے "چھوٹے بھیا" کہا کرتے تھے، سامنے ہی تہجد ادا فرما رہے تھے، سلام پھیرتے ہی سبھوں کو سورۂ یٰس تلاوت کرتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ عزیز و محبوب بھائی اب ہمارے درمیان نہیں رہے، وہیں سامنے بیٹھ گئے، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چند منٹوں میں کیا سے کیا ہوگیا، ہر ایک درد والم کی تصویر اور تعزیت کا مستحق، مگر تعزیت کرے تو کون کرے اور کس سے کرے!

دار العلوم کی مسجد میں نماز ختم ہوتے ہی مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء بھی تشریف لائے، خبر ملتے ہی مولانا مرحوم کے عزیز بھتیجے نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی اور بھانجے مولانا سید سلمان حسینی ندوی عمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام بھی پہونچ گئے، کچھ دیر میں رائے بریلی سے مولانا سید بلال حسنی ندوی اور دیگر افراد خاندان بھی آگئے، سب ساکت و جامد، ہر ایک رنج و غم کا مجسمہ، دار العلوم میں چونکہ سرمائی تعطیل چل رہی تھی، اور ۱۶ر جنوری کو ہی کھلنے والا تھا، جس کی وجہ سے اساتذہ وطلبہ اس وقت کم تھے، لیکن جو بھی تھے، فوری مہمان خانہ کی طرف بڑھنے لگے، دیکھتے دیکھتے جم غفیر جمع ہوگیا، ذرائع ابلاغ کی برق رفتاری کے دور میں منٹوں سکنڈوں میں یہ دلدوز خبر پوری دنیا میں پھیل گئی، ہر طرف صف ماتم بچھ گئی، ہر ایک مرض کی تفصیلات اور دیگر امور دریافت کرنے لگا، مگر یہاں پہلے سے کسی طرح کے آثار ہی کہاں تھے جو بتائے جاتے، بس وقت موعود آن پہونچا، اور مرد مومن اپنے دائمی سفر پر

www.tameerehayat.com

سب کوملول ورنجور چھوڑ کر رخصت ہوگیا۔

اعلان ہوا کہ نماز ظہر کے بعد دارالعلوم کے وسیع میدان میں پہلی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، پھر جنازہ تکیہ کلاں رائے بریلی لے جایا جائے گا، جہاں بعد نماز مغرب دوسری نماز ہوگی، اور وہیں خاندانی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئے گی، بس پھر کیا تھا، تعطیل کے باوجود دارالعلوم کا دامن بھر گیا، جوق در جوق اہل تعلق اور محبان علم ودین آتے رہے، نماز ظہر کے بعد مولانا مرحوم کے دیرینہ رفیق ودوست، علمی وانتظامی ذمہ داریوں میں شریک کار جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے پہلی نماز جنازہ پڑھائی، دور دراز سے بھی لوگ آگئے تھے، ہرایک کی خواہش ہورہی تھی کہ جنازہ کو کندھا دے، کم از کم ہاتھ ہی لگادے، میدان سے ندوہ گیٹ کے باہر کھڑی گاڑی تک کا راستہ خاصے وقت میں طے ہوا، اور بڑی تعداد یہیں سے بسوں اور اپنی سواریوں کے ذریعہ تدفین میں شرکت کے لیے روانہ ہوگئی، دوسری طرف رائے بریلی اور اطراف کے اضلاع کے اہل تعلق جو لکھنؤ نہ آسکے یا تکیہ کلاں ہی پہونچنا ان کے لیے آسان تھا، ان کی ایک بہت بڑی تعداد مغرب سے قبل ہی اس چھوٹے سے گاؤں میں پہونچ چکی تھی، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ یہ سرزمین آج تنگ پڑجائے گی، مدرسہ ضیاء العلوم کے پاس ہی بسوں اور گاڑیوں کو روک دیا گیا، یہاں سے لوگ پیدل مسجد پہونچے، نماز مغرب کے بعد مولانا مرحوم کے ''چھوٹے بھیا'' (حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ) نے نماز پڑھائی اور مسجد کے دائیں جانب مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کی قبر سے متصل دفن کیے گئے، قبر میں مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی، مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی، مولوی امین حسنی ندوی اور ندوہ کے ایک طالب علم سید احسان اللہ نے جنازہ اتارا، تدفین کا سلسلہ عشاء کے بعد تک جاری رہا، اور دیر رات لوگ اپنے گھروں کو واپس پہونچے۔

وفات کی خبر عام ہونے کے بعد ہی سے اہل تعلق بذریعہ فون، خطوط اور خود حاضر ہوکر حضرت مولانا مدظلہ، دیگر افراد خاندان اور ذمہ داران ندوہ سے تعزیت کرنے لگے، دوردراز سے جو حضرات اس روز نماز جنازہ وتدفین میں شریک ہوسکتے تھے، وہ پہونچ گئے، سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں نے بھی ندوہ پہونچ کر تعزیت کی، اور جو کوشش کے باوجود اس روز نہیں آسکے، وہ دوسرے دن اور اس کے بعد بھی ندوہ اور تکیہ کلاں پہونچ کر دعائے مغفرت اور تعزیت کرتے رہے، یہاں سب کے نام کا تذکرہ نہیں کیا جاسکتا، ان میں جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید محمد ولی رحمانی، صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا سید محمد ارشد مدنی، جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مشہور داعی ومبلغ مولانا محمد احمد لاٹ ندوی، جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مہتمم مولانا مقبول احمد ندوی اور سینئر استاذ مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی، اور ندوہ و ذمہ داران ندوہ سے مخلصانہ تعلق رکھنے والوں میں جناب محمد عثمان حیدرآبادی، جناب اسماعیل بھولا ندوی، جناب ٹی رفیق احمد اور جناب ابراہیم ہاشم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا کے انتقال کو کئی روز گذر چکے ہیں، مگر ان کی تصویر آج بھی اسی طرح نظروں کے سامنے گھوم رہی ہے جیسے وہ ہمارے درمیان چل پھر رہے ہوں، مسجد میں داخل ہوتے ہی ان کی وہ جگہ نظر آتی ہے جہاں وہ نماز پڑھ رہے ہوں، اور نماز سے قبل اور پھر دیر تک تلاوت کلام الٰہی سماعت فرمارہے ہوں، صبح تعلیمی گھنٹے شروع ہوتے ہی اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کالا بیگ لیے اپنے دفتر معتمد تعلیم پیدل آرہے ہوں، کسی سے ملاقات ہوئی، بشاشت سے ملے اور آگے بڑھے، کوئی علمی سوال ہوا تو فوراً رہنمائی کردی، ندوہ کے درودیوار سے آج بھی نظریں نہیں ہٹ رہی ہیں کہ اب وہ دفتر تشریف لارہے ہوں گے اور اب مسجد پہونچنے والے ہوں گے، گویا آج بھی وہ نظروں میں سمارہے ہیں، یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، یہ آرہے ہیں، وہ جارہے ہیں۔

مولانا کے وفات کی غم کی کہانی میں ایک شادمانی اور تابناک روشنی ہے اور یہی ایک مومن کا اصل سرمایہ آخرت ہے کہ انہوں نے خوشگوار زندگی گذاری اور قابل رشک موت پائی، ہزاروں کی تعداد میں ان کے تلامذہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، سبھوں نے ان کی وفات کو اپنا ذاتی حادثہ سمجھا، اور کسی نے اشارہ میں بھی یہ تک نہیں کہا کہ مولانا سے ہمیں کبھی کسی موقع پر ذرہ بھی تکلیف پہونچی ہو، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہزاروں خوبیاں تھیں مرنے والے میں، جو ان کو پہلی بار دیکھتا یہی سمجھتا کہ یہ واقعی فرشتہ صفت انسان ہیں، ان کے حسن اخلاق، محبت آمیز برتاؤ اور لبوں پر کھیلنے والی دلنواز مسکراہٹ نے ہرایک کو اپنا اسیر بنالیا تھا، ان کے بڑوں اور معاصرین کو تو رہنے دیں، اپنے شاگردوں اور خوردوں کے ساتھ بھی اس طرح پیش آتے تھے کہ ایک شفیق باپ اور نہایت مخلص و ہمدرد معلم ومربی اور خیرخواہ کا مجسم پیکر نظر آتے۔

مولانا مرحوم اپنے تمام علمی، ادبی اور فکری

www.tameerehayat.com

خصوصیات کے ساتھ بشری عظمت وشرافت کے جملہ پہلوؤں میں بھی نہایت ممتاز اور یکتائے روزگار تھے، اخلاق وکردار کی پاکیزگی، گفتار ورفتار کی سنجیدگی اور زبان وکلام کی نرمی ان کا خاص وصف تھا، وہ احساس ذمہ داری کے ساتھ کام کرنے والوں سے بہت خوش ومطمئن رہتے، ان کی ہمت افزائی اور تعریفیں کرتے، اُن کے ان اوصاف نے ایک ایسی تعداد کو لکھنے، بولنے اور کچھ کر گذرنے کا بے پناہ حوصلہ عطا کیا جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

وہ ایک ہی محاذ پر نہیں، کئی محاذوں پر زندگی کی آخری سانس تک پوری سرگرمی وتندہی کے ساتھ محو عمل رہے، ندوہ کی اہم ونازک ذمہ داری، تعلیم و تدریس، بین الاقوامی دینی واسلامی موضوعات پر "البعث الاسلامی" کی مدلل وتجزیاتی تحریریں، "الرائد" کی ادارت اور بصیرت افروز اداریے، علمی وادبی تصنیفات وتالیفات، رابطہ ادب اسلامی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے ساتھ کئی ذمہ داریوں کی انجام دہی ان کے سر تھی، اور بعض کمالات وخوبیوں میں تو ایسی انفرادیت رکھتے تھے کہ دور تک کوئی ان جیسا نظر نہیں آتا ؎

ایسی سنسان کبھی پہلے نہ تھی ہجر کی رات
دور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت ومغفرت کا بہترین معاملہ فرمایا ہوگا، اور وہ ان کی رحمتوں کے سائے میں راضی ومسرور ہوں گے، دعا ہے کہ رب کریم انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین ؎

اللہ ان پہ بارشِ رحمت ہو دم بہ دم
ان کے لیے کھلیں ترے رحم وکرم کے باب

☆☆☆☆☆

علم دین اور جدید تعلیم کی جامع شخصیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

''مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی صاحب صرف علم دین کے حامل اور دینی شخصیت ہی نہیں؛ بلکہ انہوں نے جدید تعلیم بھی ضروری حد تک حاصل کی اور جدید تعلیم کے حلقہ میں خاصہ وقت گذارا اور ان کو اس طرح عالمی حالات اور موجودہ عہد کے تقاضے اور مشکلات کو سمجھنے کا موقع ملا اور اس ضمن میں مغربی فکر اور سامراجی وغیر سامراجی منصوبہ بندیوں سے واقفیت حاصل ہوئی، بلکہ اس سلسلہ میں عالم اسلام کو جن مشکلات کا سامنا ہے، اس کو گہرائی سے انہوں نے سمجھا''۔

[از مقدمہ کتاب: موجودہ تہذیب وتمدن اور عالم اسلام]

''ہمارے اسلامی اور مشرقی ممالک جہاں یورپ کو غلبہ حاصل ہوا وہ اسی انتشار اور بے راہ روی کا شکار ہوگئے، مغربی نظام تعلیم میں انسانی تشکیل میں بے راہ روی کے رجحانات ضم ہوگئے اور اس کو اصل سمجھا جانے لگا، اس میں انسان کو اعلیٰ مخلوق بنانے کے بجائے صرف حیوان ناطق تک محدود کر دیا گیا، اور انسانی ذہانت اور علمی صلاحیت کی بنا پر ترقی کرنے کے تقاضہ کو پورا کیا گیا تو وہ بھی صرف مادی زندگی اور ظاہری شوکت وعظمت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہوئے کیا گیا، ایسی صورت حال میں ہمارے مشرقی ممالک میں جو مغربی استعمار کی زور دستی اور زیادتی کا عام طور پر شکار ہیں، ضرورت ہے کہ بگڑے ہوئے ماحول کو صحیح رخ پر لانے کی طرف توجہ دلائی جائے اور جو باتیں بگاڑ کا ذریعہ بن رہی ہیں ان کی اصلاح کی ضرورت کو واضح کیا جائے، اس سلسلہ میں فاضل مصنف مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) جنہوں نے مغربی نظام تعلیم کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور علوم اسلامیہ کی تحصیل کے ساتھ مغربی افکار کے مطالعہ سے مغربی تمدن، مغربی نظام حیات، مغربی فکر وفلسفہ اور مغربی نظام تعلیم سے اچھی واقفیت پیدا کی ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں فکرمندی محسوس کی اور اس کی بنا پر اسکو موضوع بنایا اور چشم کشا مضامین لکھے حتی کہ ان مضامین کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا ہے''۔

[از مقدمہ کتاب: نظام تعلیم وتربیت]

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

خراجِ عقیدت

فرقت میں تری واضح مغموم اِک جہاں ہے

سانحۂ ارتحال حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ

محمد مرتضیٰ راغبؔ سلفی

ماتم کناں زمیں ہے، ماتم کناں زماں ہے
تابندہ اِک ستارہ اِمروز جو نہاں ہے

مغموم سی فضا ہے، افسردہ یہ سماں ہے
فرقت میں تیری واضح مغموم اِک جہاں ہے

میخانہ غمزدہ ہے، ویران میکدہ ہے
ساقی بغیر پیاسا، بیتاب و نیم جاں ہے

گل پھول جو کھِلے تھے، مرجھا رہے ہیں دیکھو
موسم ہے فصل گل کا، لگتا ہے پر خزاں ہے

سنجید گی متانت، ضرب المثل ہے تیری
مصلح ،مشیر ایسا عالم میں اب کہاں ہے

علم و ادب کا تیرے قائل ہے یہ زمانہ
تحریر سے مسلسل تیری جو یہ عیاں ہے

بے باک اِک صحافی سنجیدہ اِک مؤرخ
یارو یہاں کہاں اب زیر زمیں نہاں ہے

طلبائے علم دیں کی، کی ایسی مسیحائی
ہر اِک پہ جو عیاں ہے بیشک وہ بے گماں ہے

مدحت میں تری راغبؔ لکھے بھی تو لکھے کیا
شمع بغیر جب کہ پروانہ نیم جاں ہے

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

روداد چمن

مولانا مرحوم کا خلا پُر ہونا نہایت مشکل

مولانا کے انتقال پر احاطۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی نشستوں کا انعقاد

● .....رپورٹ: محمد کامران اشرف

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر امید ہے کئی رسالوں کے خاص نمبرات نکلیں گے، عربی و اردو میں مستقل کتابیں سامنے آئیں گی، سمپوزیم، سیمینار اور کانفرنسیں اور تعزیتی نشستیں منعقد ہوں گی، جن کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، ان سب کا تذکرہ تو خصوصی اشاعت میں کیا جائے گا، یہاں صرف احاطۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہونے والے تعزیتی جلسوں کی ایک مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ [ادارہ]

مرکزی جمعیۃ الاصلاح میں

''آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو اس خلا کا پر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ کا شمار انھیں شخصیات میں ہے جن کا خلا پر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے''۔

جمالیہ ہال میں مرکزی جمعیۃ الاصلاح کے زیر اہتمام منعقد تعزیتی نشست میں مذکورہ خیالات کا اظہار مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کیا، انھوں نے مزید کہا کہ:

''۱۹۷۳ء سے اب تک میرا اور مولانا کا چار دہائیوں سے زیادہ کا ساتھ رہا لیکن کبھی کسی امر میں میں نے کوئی قابل اعتراض بات یا شریعت کے خلاف ادنیٰ عمل بھی نہیں پایا، ان کی شخصیت نہایت متواضع شخصیت تھی۔ رنج وغم انسانی زندگی کا خاصہ ہے لیکن ان تمام کو ایجابی انداز میں قبول کرنا چاہیے۔ میں نے دیکھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا انتقال ہوا تو وہ صبر کا پیکر تھے۔ عالی ظرفی، بلند اخلاقی، شوقِ عبادت، ذوقِ قرآن، دوسروں کو فائدہ پہنچانا، مولانا کی زندگی بھر کا معمول تھا، دنیا کے حالات اور تاریخ کے ادوار سے پوری طرح واقف تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ مصنع الرجال تھے۔ اس نشست کا مقصد یہی ہے کہ ہم ان کی خوبیوں کو یاد کریں، ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ان کی قابل رشک زندگی سے سبق لیں''۔

جناب مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے کہا کہ:

''مولانا سید محمد واضح رشید حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ علم و ادب اور اخلاق و کردار کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ آپ طویل طویل وقت تک خاموش اور فکر ونظر کی دنیا میں غوطہ زن رہتے۔ ان کی پوی زندگی ہمارے لیے ایک روشن منارہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم سب ان سے اپنی زندگی کی راہوں میں خوب فائدہ اٹھا سکتے ہیں''۔

مولانا محمد علاء الدین ندوی وکیل کلیۃ اللغہ العربیہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کہا کہ:

''اس ادارہ کے اندر ہم سب کا رشتہ علمی وفکری رشتہ ہے، اس نے ہم سب کو جوڑ کر رکھا ہے۔ وہ عظیم شخصیت جن کی یاد میں یہ نشست منعقد ہو رہی ہے وہ اسی سے مربوط ہے، اور یہ رشتہ دائمی اور ازلی ہے۔ ہمیں اس رشتہ کو اور مظبوطی سے قائم رکھنا اور آگے بڑھانا چاہیے''۔

مولانا نے مزید کہا کہ: ''موت العالِم موت العالَم'' کہ ایک عالم دین اس دنیا کو حیات بخش پیغام دیتا ہے۔ اس سے روحانی زندگی کو جلا ملتی ہے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ کی موت واقعی ایک عالم کی موت ہے''۔

نشست کا آغاز محمد کعب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا مرحوم سے متعلق مولانا محمد مرتضی سلفی ندوی کی نظم کو محمد حامد نے پیش کیا۔ نظامت کے فرائض ناظم جمعیۃ الاصلاح کلام رضا فیضی نے انجام دیے اور مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر مختصر مقالہ بھی پیش کیا۔

مسجد دارالعلوم میں

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم، عربی، اردو کے ممتاز ادیب وانشاء پرداز، فکر اسلامی کے نقیب، آسمان صحافت کے درخشندہ ستارہ، داعی الی اللہ، علم وعمل کا حسین سنگم، تواضع وانکساری کا عظیم پیکر کے سانحۂ ارتحال پر دار العلوم ندوۃ العلماء کی پرشکوہ مسجد میں ایک تعزیتی نشست بروز جمعرات بتاریخ ۲۴؍جنوری ۲۰۱۹ء کو مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ:

''مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تقریباً ۶۰؍ سال سے تعلق تھا، لیکن کبھی بھی ایک دوسرے سے شکایت نہ ہوئی، یہ مرحوم کی عظمت کی دلیل ہے،

www.tameerehayat.com

مولانا مرحوم کی سب سے اہم خصوصیات ان کی خاموش طبعی اور انکساری وتواضع ہے، وہ اگر ایک طرف ولی اللہ تھے تو دوسری طرف عالم اسلام کے ایک عظیم مفکر، مدبر، صحافی، ادیب اور مغربی تہذیب پر گہری نظر رکھنے والے تھے، انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دونوں اداروں سے تعلیم حاصل کی اور دونوں سے خوب فائدہ اٹھایا''۔

مولانا نے مزید کہا کہ: ''بڑے بڑے ادباء سے ان کی تعریف سنی ہے، بلاشبہ مولانا مرحوم کی رحلت عالم اسلام کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے بالخصوص ندوہ کے لیے، جس کی بھرپائی بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے، اللہ بہترنعم البدل عطا فرمائے''۔

مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری عمید کلیۃ اللغہ العربیہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ:

''اس وقت جس شخصیت سے متعلق ہم جوگ کچھ کہنے اور سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں، ان کے بارے میں ایک مجلس میں کچھ کہنا اور سننا ممکن نہیں ہے۔ ۱۹۷۳ء سے لے کر اب تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے میرا بہت گہرا ربط رہا ہے، ان کی سیرت و کردار سے ہم برابر سیکھتے رہے، مولانا مرحوم کا جس خانوادۂ حسنی سے تعلق ہے، ان کے یہاں تعلیم وتربیت کا بہترین نظم ہے، مولانا ان دونوں صفتوں میں بہت ممتاز تھے''۔

مولانا نے کہا کہ: ''حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پوسٹ گریجویشن کیا، پھر آل انڈیا ریڈیو میں ۲۲ر سال رہے، جہاں مغربی تہذیب پورے عروج کے ساتھ پوری سرگرمی کے ساتھ اور پوری گرم جوشی کے ساتھ موجزن تھی، لیکن مولانا کا دامن تر کیا ہوتا، وہ حضرت ابراہیمؑ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی طرح صحیح سالم نکل آئے، یہ بہت غیر معمولی بات ہے کہ مولانا مرحوم نے ایسے کافرانہ، ظالمانہ ماحول سے اپنے آپ کو بچالایا اور دامن تر ہونے نہیں دیا۔ مولانا مرحوم نے وہاں کے کتب خانہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور اسلام کی ترجمانی کی، انھوں نے فکری انحراف کے میدان میں زبردست کارنامہ انجام دیا، مولانا مرحوم کا یہ شیوہ تھا کہ انھوں نے دین کو اور اللہ کی رضا کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی سینئر استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے کہا کہ:

''حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ تواضع وانکساری کا حسین گلدستہ تھے، اور ستاروں کی جھرمٹ میں ماہ کامل تھے، اور اسی کے ساتھ فکر اسلامی کے نقیب اور صحافت وادب کے بے تاج بادشاہ تھے، جس کا ہر پہلو درخشاں اور نیر تاباں ہے، یہ وہ دیدہ ور شخصیت تھی جو بڑی مشکل سے چمن میں پیدا ہوتی ہے، مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام میں عظیم ادیب وصحافی، معلم، مصنف، مربی اور داعیٔ اسلام کا مقام عطا کیا تھا، جن کی نگاہ بلند تھی، جاں پرسوز تھی اور سخن دلنواز تھا، اخلاق عالیہ میں جن کی حیثیت روشنی کے مینار کی تھی اور اس شبنم کی تھی جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے''۔

مولانا نے مزید کہا کہ: ''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ان شاء اللہ موجود رہیں گے، آج تک ہم نے علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو فراموش نہیں کیا تو ان سب کے مجمع العلم اور فکر اسلامی کے درشہوار حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ کو ہم کیسے فراموش کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی فکر پر ہم سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جمالیہ ہال میں

مرکزی جمعیۃ الاصلاح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بروز پیر بتاریخ ۲۸ر جنوری ۲۰۱۹ء کو حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ پر ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت پروفیسر انیس چشتی نے کی، انہوں نے طلبہ دارالعلوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ ایک قدآور صحافی اور درویش صفت انسان تھے، ان کی تحریر سے عرب وہند کے لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا، انہوں نے اپنی تحریر سے جو اسلامی روح پھونکی ہے اور اسلام کے سانچے میں لوگوں کی فکر کو رنگنے کا جو کام کیا ہے وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب بن گیا ہے۔ مولانا مرحوم نے جو کچھ لکھا سب فکر اور درد وکرب کے ساتھ لکھا بلکہ آنسوؤں میں نہا کر لکھا، ان کی تحریر میں سنجیدگی بھی ہے متانت بھی، استقامت بھی ہے عزیمت بھی، روانی بھی ہے رعنائی بھی، دلکشی بھی ہے دلگیری بھی، ایجاز بھی ہے، اختصار بھی اور ان سب سے بڑھ کر رضائے الٰہی بھی، اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے''۔

عباسیہ ہال میں

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں النادی العربی اور کلیۃ الدعوۃ والاعلام کے اشتراک سے حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ پر ایک تعزیتی نشست عباسیہ ہال میں بروز جمعرات بتاریخ ۳۱ر

www.tameerehayat.com

جنوری ۲۰۱۹ء کو منعقد ہوئی، جس کی صدارت مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کی، مولانا نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ:

"ندوۃ العلماء ایک ایسا کارخانہ ہے، جس سے بڑے بڑے مفسر، محدث، فقیہ، مؤرخ، ادیب وانشاء پرداز اور خداترس انسان نکلے ہیں، جنہوں نے طوفانوں کے بھنور میں ہچکولے کھاتی کشتی کو ساحل پر لا کھڑا کیا ہے، ان ہی صفات کے حامل تھے ہمارے دوست حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ جنہوں نے اپنے فکر وادب، تحریر و تقریر سے لوگوں کی صحیح راہ کی طرف رہنمائی کی، اور خاص طور پر انہوں نے صحافت کے ذریعہ عالم عربی میں جو صور پھونکی ہے وہ قابل تقلید بھی ہے اور قابل نمونہ بھی، مولانا مرحوم نے اپنی صحافت کی گھن گرج سے پورے عالم عربی میں ہلچل مچا دیا، ان کی تحریریں پڑھ پڑھ کر بڑے بڑے ادباء اور انشاء پرداز دنگ رہ جاتے ہیں، بلا شبہ مولانا کردار، گفتار، قلم وقرطاس، فکر وفن کے بے تاج بادشاہ تھے، راست بازی ودیانتداری کے مینار تھے، اسی کے ساتھ عزیمت و استقامت، عزم مصمم، علم و فضل، ایمان ویقین، صدق وصفا، عدل وانصاف کے ایک قندیل تھے، جن سے لاکھوں لوگوں نے روشنی پائی، اللہ انہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے"۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی عمید کلیۃ الدعوۃ و الاعلام نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ ایک نابغۂ روزگار شخص تھے، ان کی دینی، علمی، ادبی خدمات نہایت ہی متنوع اور گوناگوں ہیں، ان کے کارناموں کی گونج سے عرصۂ دراز تک گنبد مینا پر شور رہے گی، مولاناؒ اپنے جن امتیازات و کمالات، اور خصوصیات کی بدولت پورے ملک پر چھائے ہوئے تھے، ان میں ایک بہت نمایاں وصف ان کی صحافت بھی ہے، جو ان کی گھٹی میں پڑی تھی، صحافت کو مولاناؒ نے بڑی عظمت، عزت اور وقار عطا کیا تھا، ان کے اس جانب متوجہ ہونے سے عربی واردو صحافت میں چار چاند لگ گئے، مولاناؒ نے صحافت سے وہ کام کیا جو علامہ شبلیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، محمد علی جوہرؒ، مولانا شوکت علیؒ، مونا عبد الماجد دریا بادیؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے کیا، اللہ ان کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر ہم سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو قبر میں کروٹ کروٹ راحت وسکون عطا فرمائے"۔

نشست کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا، نظامت امین عام النادی العربی فاخر صبا نے کی، دین محمد، عبداللہ شائل نے مقالے پیش کیے اور ایک منظوم کلام عبادہ ابوالبرکات قلب دہلوی (عالیہ ثالثہ شریعہ) نے پیش کیا، پروگرام میں اساتذہ و طلبہ کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆☆☆☆☆

اسلامی تاریخ اور مغربی افکار پر گہری نظر

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ اردو، انگریزی اور عربی کئی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے، اس لیے تینوں زبانوں کی صحافت پر گہری نظر تھی، عالمی حالات پر ان کا مطالعہ بڑا گہرا تھا، وہ درجنوں کتابوں کے مصنف تھے، فکری موضوعات پر ان کی کئی کتابیں ہیں، یورپ کے تعلیمی نظریات سے واقف تھے اور اس کے عروج وزوال کی تاریخ کا انہوں نے خوب مطالعہ کیا تھا، جس کی جھلک ان کی گفتگو میں نمایاں تھی۔ وہ کسی مسئلہ پر بحث کرتے تو اس کے مالہ وماعلیہ کو پیش نظر رکھتے۔ عام طور پر وہ تقریر نہیں کرتے تھے، لیکن جب بھی تقریر کی مواد سے بھرپور تقریر کی۔ وہ اعلیٰ علمی ذوق کے حامل، یکسوئی کے عادی، انفرادیت پسند اور گوشہ گیر اور بے لوث تھے۔

وہ قلم کے مجاہد تھے، انہوں نے ایک طویل زمانہ تک قلم سے جہاد کیا، اور ایوان باطل کو للکارا، مداہنت اور دوہری پالیسی کے قائل نہیں تھے، بہت صاف دل اور اعلیٰ دماغ کے مالک تھے، عہدہ و منصب کی طلب سے دور رہتے تھے، مال ومنال کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی، ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم کا عہدہ جب سنبھالا تو اپنی تنخواہ سے بھی دستبردار ہو گئے، اور رضائے الٰہی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ دارالعلوم کے تعلیمی نظام کو مستحکم بنانے میں ان کے مشورے بڑے قیمتی اور مفید ہوتے، اساتذہ کو بھی انفرادی ملاقاتوں میں مقصدیت کے ساتھ تدریسی فریضہ انجام دینے کی تاکید کرتے رہتے، ان پر افراد سازی کی فکر غالب تھی، انہوں نے کئی نسلوں کی تربیت کی، اور ان کو عربی کا اچھا انشاء پرداز بنایا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فن میں کمال عطا فرمایا تھا، عربی زبان وادب کی تدریس ان کا شروع ہی سے موضوع تھا، وہ زبان کے رموز سے آشنا تھے، اور اسی کے مطابق تربیت کرتے تھے، وہ کم گو تھے، لیکن ان کی گفتگو میں بڑی معنویت ہوتی تھی۔

☆☆☆

www.tameerehayat.com

اعلان خصوصی اشاعت

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نمبر

قارئین محترم!

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علماء وطلبہ، معلمین ومربین، مصنّفین ومؤلفین اور خادمین دین وملت کے لیے ایک مثالی اور قابل تقلید شخصیت تھی، جن کی زندگی کے نقوش ہمہ جہت اور رہ روانِ علم وعمل کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ضرورت ہے کہ ان کی علمی، دینی، تعلیمی، تربیتی اور فکری خوبیوں کو آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کیا جائے تاکہ وہ ہر موقع پر ان سے اپنی زندگی میں روشنی حاصل کرتے رہیں اور دین حنیف کی خدمت میں اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کا بخوبی استعمال کریں اور رب کریم کے حضور سرخرو ہوں۔

اسی مقصد کے پیش نظر ''تعمیر حیات'' کے مارچ ۲۰۱۹ء کے دونوں شمارے خصوصی اشاعت کے لیے خاص کیے گئے ہیں، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین، تلامذہ، اور اہلِ قلم متعلقین ومنتسبین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی تحریریں ۲۸؍فروری ۲۰۱۹ء تک بذریعہ ای میل یا ڈاک ضرور ارسال کردیں، تاکہ یہ خصوصی شمارہ وقت معین پر بآسانی منظر عام پر لایا جاسکے، اور اس کا فائدہ عام وتام ہو۔

اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں ان امور کا خیال رہے:

☆ مضامین ومقالات مختصر اور جامع ہوں، ☆ اشاعت سے قبل کسی دوسرے مجلّہ یا سوشل میڈیا پر عام نہ کیے گئے ہوں،

☆ تحریریں ذیل میں دیے گئے عناوین یا ان سے متعلق گوشوں پر مشتمل ہوں۔

ای میل: tameer1963@gmail.com برائے رابطہ: 9621540462, 9889996104

عناوین:

- تعلیم وتربیت وشخصیت کے تشکیلی عناصر
- قرآن مجید سے مولاناؒ کا خاص شغف وتعلق
- مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تحقیقی وتصنیفی مزاج
- عربی زبان وادب اور مولاناؒ کی زریں خدمات
- مولانا مرحوم بحیثیت اسلامی مفکر
- معاصر تاریخ سے مولانا مرحوم کی آگہی
- مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور فکر ندوۃ العلماء
- مولانا مرحوم بحیثیت مبصر وتجزیہ نگار
- مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب نگارش
- خانگی زندگی کی چند جھلکیاں
- منظوم خراجہائے عقیدت
- عملی زندگی-مناصب وذمہ داریاں
- مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب وسنت کا مطالعہ
- مولانا رحمۃ اللہ علیہ-ایک مثالی معلم ومربی
- فکر اسلامی کی آبیاری میں مولانا مرحوم کا کردار
- مغربی تہذیب وتمدن اور مولاناؒ کا موقف
- اسلامی تحریکات اور مولاناؒ کا موقف
- اسلامی وتعمیری صحافت کے فروغ میں مولاناؒ کا حصہ
- تصنیفات وتالیفات-تعارف وجائزہ
- مولانا مرحوم شخصیت وکردار کے آئینے میں
- مولانا مرحوم-نقوش وتاثرات
- تعزیتی خطوط وپیغامات اور نشستیں

www.tameerehayat.com

قرآنی افادات

جنت و دوزخ والے

.....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

"جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ، وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ، اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ، وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ، الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ". [الرعد:۲۳-۲۹]

ترجمہ: ہمیشہ رہنے کے لیے باغات ہیں وہ (خود بھی) اس میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویاں اور ان کی اولادوں میں جو بھی (اس کے) لائق ہوئے وہ بھی، اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس (کہتے) آئیں گے، کہ تم پر سلامتی ہو، یہ نتیجہ ہے تمہاری ثابت قدمی کا، بس آخرت کا گھر کیا خوب ہے، اور جو عہد مضبوط کر کے اس کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ نے جس کو جوڑنے کا حکم کیا اس کو توڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ایسوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بدترین گھر ہے، اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی ہی میں مست ہو گئے جبکہ دنیا کی زندگی تو آخرت کے آگے معمولی سامان سے زیادہ کچھ نہیں، اور کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری، کہہ دیجیے اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کو وہ راہ دیتا ہے، جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل مطمئن ہیں، یاد رکھنا اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، جنھوں نے مانا اور نیک کام کیے ان کے مزے ہی مزے ہیں اور بہتر انجام ہے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ دو قسم کے لوگوں کے درمیان موازنہ فرما رہا ہے کہ ان کا نتیجہ کیا ہوگا، ایک وہ جو اس کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے شکر گزار ہوتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں، اپنی زندگی کو اس کے احکام کے مطابق بناتے ہیں، اور ایک وہ جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

دنیا اور آخرت دونوں کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ دنیا کی حقیقت، آخرت کے مقابلہ میں ایک چٹخارے سے زیادہ نہیں ہے، جیسے انسان کو کوئی مزے کی چیز کی چکھنے کو مل جائے، یا کوئی اچھی چیز چاٹ لے تو اس کو تھوڑی دیر کے لیے مزہ آتا ہے حالانکہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں ایسا مزا ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کو اس سے کچھ مل جائے۔

عام طور پر دنیا کی زندگی کو لوگ سب کچھ سمجھ کر یہ سوچتے ہیں کہ ہم کو یہاں سب کچھ حاصل ہو جائے گا، حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت کچھ بھی مفید نہیں ہے، البتہ مفید اس وقت ہے جب اس میں اعمال صالحہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دنیا کی زندگی امتحان کے لیے دی ہے تاکہ انسانوں کو آزمائے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہونے کے قابل ہیں یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر جنت سے دنیا میں بھیجا گویا کہ یہ تنبیہ تھی، انہوں نے توبہ کی اور توبہ کو اللہ نے قبول کیا، توبہ کے الفاظ اللہ ہی کے بتائے ہوئے تھے، لیکن یہ کہا کہ ہم تم کو اب زمین پر بھیجتے ہیں تاکہ تمہاری نسل کا اندازہ ہو سکے کہ وہ فرمانبردار ہے یا نافرمان ہے، اگر فرمانبردار ہے تو جنت میں اس کو واپسی مل جائے گی۔

"جنت" کے معنی عربی میں "گھنے باغ" کے ہیں، جو چاروں طرف سے سبزے اور درختوں سے گھرا ہوا ہو، اس باغ کو "جنت" کہتے ہیں اور چونکہ آخرت میں آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام حاصل ہوگا، اس لیے اس کو "جنت" کے نام سے ادا فرمایا گیا ہے، یعنی جنت میں، گھنے باغ میں، سایہ دار باغ میں، جس میں نہریں جاری ہوں، جس میں ہر طرح کے میوے اور پھل ہوں، ہر طرح کی راحت اور لطف کے مواقع ہوں، وہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے لیے مہیا کیا ہے۔

آخرت کی تعریف

"آخرت" ایک سپاٹ زمین کی طرح ہے کہ

www.tameerehayat.com

اس میں کچھ نہیں اگتا، نہ ہی کچھ پیدا ہوتا ہے، اس میں جو بھی چیز پیدا ہوتی ہے وہ دنیا کے اعمال ہی سے پیدا ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لیے بعض ایسے اعمال ہیں کہ ان کے کرنے سے وہاں باغ لگ جائے گا، بعض اعمال ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے وہاں گھر بن جائے گا، بعض اعمال ایسے ہیں کہ ان کے کرنے سے وہاں نہریں جاری ہوجائیں گی، یعنی آدمی دنیا کی زندگی میں اپنے لیے جو راحت کا سامان کرتا ہے، جیسے: باغ لگاتا ہے، مکان بناتا ہے، اور دوسری سہولت کے سامان کرتا ہے، گویا یہ سب وہاں جنت میں موجود ہوں گے، لیکن فرق یہ ہے کہ دنیا میں ہم جو کرتے ہیں اس کا فائدہ بھی ہم کو یہیں حاصل ہوجاتا ہے، اور جنت وآخرت کا معاملہ یہ ہے کہ اگر ہم دنیا میں کچھ اعمال کریں گے تب وہاں اس کا فائدہ ہوگا، ہم یہاں ایک عمل کررہے ہیں گویا وہاں اپنا مکان بنارہے ہیں، ایک عمل کررہے ہیں گویا وہاں اپنے لیے باغ لگوارہے ہیں، ایک عمل کررہے ہیں وہاں اپنے لیے مختلف فائدے اور مختلف راحتوں کے سامان کررہے ہیں، گویا یہاں عمل کرنے سے وہاں آدمی کی جنت بنتی رہتی ہے، لیکن جو یہاں اپنی جنت نہ بناسکے تو وہاں اس کو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہاں نہ سایہ ہے، نہ ہی موسم کا اعتدال، اس دنیا کی زندگی میں جو ہم موسم کے اعتدال دیکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم کی وجہ سے ہیں، یعنی کتنی گرمی پڑنی چاہیے، کتنی سردی پڑنی چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی برداشت کے مطابق دنیا میں کر رکھا ہے، اسی لیے سب جانتے ہیں کہ اتنی ڈگری گرمی ہوتی ہے، اتنی ڈگری سردی ہوتی ہے، گویا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام ہے کہ انسان جتنی ڈگری میں زندگی گزار سکتا ہے، اسی حساب سے موسم کو فٹ کردیا ہے، غرض کہ ہم دنیا میں جو کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ خود ہماری اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کیا ہوا ہے، پانی ہم کو جو ملتا ہے یہ ہم خود نہیں بناتے، اور نہ کہیں سے لاسکتے ہیں، بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ سمندروں سے بادلوں کے ذریعہ سے بھیجتا ہے، اور فرشتے لے کر آتے ہیں، اور وہاں وہاں برساتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اور پھر اس سے سارے انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے، ان کو بھی جو اللہ کے منکر اور کافر ہیں، اور مسلمانوں کو بھی جو ایمان والے ہیں، البتہ آخرت میں اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہاں صرف انہی لوگوں کو سب کچھ ملے گا جو فرمانبردار ہیں، اور دنیا میں فرمانبرداری کر کے گئے ہیں، جنہوں نے دنیا میں اللہ کا شکر ادا کیا ہے، اور تکلیفوں پر صبر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے وہاں وہ مہیا کرے گا، جو انسان کی ضرورت ہے، اسی لیے آتا ہے کہ انسان جو چاہے گا وہاں اس کو مل جائے گا، اور اس طرح ملے گا کہ وہاں کچھ محنت بھی نہیں کرنی پڑے گی، یہاں تو ہم ہاتھ بڑھا کر چیز کو اٹھاتے ہیں، وہاں ہم کو یہ بھی نہیں کرنا پڑے گا، بلکہ اگر ہماری خواہش ہوگی کہ ہم کو فلاں چیز ملے، تو فوراً وہ چیز ہم تک پہنچ جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہاں کا نظام ہی ایسا بنایا ہے، لیکن یہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا سے اعمال صالحہ اور فرمانبرداری کے ساتھ رخصت ہوں، اور جو لوگ یہاں سے عمل کر کے نہیں جائیں گے ان کو وہاں وہ چیز نہیں ملے گی، وہاں ان کو نہ موسم کا اعتدال ملے گا، نہ ان کو راحت کا کوئی اور سامان ملے گا، وہاں ایسی تپش، ایسی گرمی، ایسی تیز آگ ہوگی، جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اس عالم کی آگ تو بہت معمولی آگ ہے، لیکن اس عالم کی آگ بڑی سخت آگ ہوگی، اس لیے وہاں اگر کوئی شخص ایسی کوئی چیز لے کر نہیں گیا ہے جس سے وہاں اس کو راحت ملے تو پھر اس کو وہاں کی جو مصیبتیں ہیں اور تکلیفیں ہیں، وہاں کی جو آگ ہے، وہاں کے جو انگارے ہیں اور وہاں کے جو کڑوے پھل ہیں وہی ملیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس مصیبت سے محفوظ رہیں، یہ وہ عالم ہے جس سے آپ کسی بھی صحراء میں چلے جائیں تو وہاں آپ کو سوائے گرمی ودھوپ اور پریشانی کے کچھ بھی نہیں ملے گا، اور اگر آپ سمندر میں چلے جائیں تو وہاں پانی ہی پانی ملے گا، نہ آپ کو کھانے کے لیے کچھ ملے گا، نہ پینے کے لیے کچھ ملے گا، سوائے اس کے جو آپ لے کر جائیں، اسی طرح جب آدمی دنیا سے جاتا ہے تو جو کچھ اس نے تیاری کی ہوتی ہے وہ لے کر جاتا ہے، یعنی اس کے ساتھ صرف اس کے اعمال جاتے ہیں بقیہ اور کوئی چیز نہیں جاتی۔

"آخرت" بالکل چٹیل میدان کی طرح ہے، وہاں موسم بھی نہیں کہ قابل برداشت ہو، بلکہ سخت گرمی، تپش اور لو ہوگی، اس وقت جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو سخت پریشانی میں ہوں گے اور بے چین ہوں گے کہ کسی طریقہ سے ہمارا حساب وکتاب ہوجائے، اور ہم جلدی سے اس مصیبت سے نجات پا جائیں، جس مصیبت میں ہم کھڑے ہیں، کہ شدید موسم ہے اور کوئی سہارا نہیں، لیکن یہ بھی فکر ہوگی کہ حساب وکتاب ہوجائے اور حساب وکتاب اچھا بھی نکلے، کیونکہ اگر حساب اچھا نہیں نکلا، تو اس سے زیادہ سخت مصیبت میں پڑنا پڑے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہو،

www.tameerehayat.com

حالانکہ تمہاری یہ چند سال کی راحت، وہاں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جیسے کئی سالوں کے مقابلہ میں ایک منٹ کا وقت ہوتا ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی ہے، جس کا اندازہ انسان کو تب ہوگا جب وہاں پہنچے گا، کیونکہ اس وقت انسان کو ہمیشہ ہمیش کی زندگی کے سامنے دنیا میں گزارے ہوئے چند سال بہت ہیچ معلوم ہوں گے، جس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جب ہم اپنے ماضی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں گزرا ہوا زمانہ بہت مختصر معلوم ہوتا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ ابھی چند دن کی بات ہے جب یوں ہوا تھا، اسی لیے وہاں دنیا کی زندگی اور حقیر معلوم ہوگی، لیکن جب وہاں کچھ نہیں ملے گا تو آدمی کے پاس بے چینی اور افسوس کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تم کو دنیا میں بہت سمجھایا تھا، نبی بھیجے تھے، کتاب اتاری تھی، اور تمہارے لیے سمجھنے کی ہم نے بہت تدبیریں کردی تھیں، لیکن تم نے خود سمجھنے کی کوشش نہیں کی، تم نے اس کو مذاق سمجھا، تم نے سمجھا کہ جو کچھ کہا جارہا ہے یہ یوں ہی تفریح ہے، حالانکہ تفریح نہیں تھی، ہم نے تم کو بار بار متوجہ کیا تھا کہ جہنم کی آگ سے تم کو بچنا ہے، اگر اس سے بچنے کی کوشش نہ کروگے تو پھر تم کچھ نہیں کرسکتے، تم آخرت کی مصیبت سے اپنے کو بچاؤ، وہی سخت مصیبت ہے، تم دنیا کی راحت میں اس بات کو نہ بھول جاؤ کہ ایک عالی زندگی سامنے آنے والی ہے، وہاں کا آرام اصل آرام ہے، وہیں کی تکلیف اصل تکلیف ہے، اس کی فکر زیادہ کرو، تم اپنے ایک دو روز کے آرام کے لیے اس کو قربان نہ کردو۔

دنیا کی زندگی

دنیا میں آخرت کے لیے تکلیف اٹھانے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بچپن میں آدمی کو تعلیم کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، کام سیکھنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آگے کی تیس چالیس سال والی عمر آرام سے گزرے، اسی کے لیے آدمی بچپن میں چند سال تک تکلیف اٹھاتا ہے، لڑکوں کو محنت کرائی جاتی ہے، اور ان کو مشقت ہوتی ہے، تاکہ ہمارے یہ چند سال تکلیف سے گزارنے کے بعد ہمارے بقیہ چالیس پچاس سال آرام سے گزر جائیں، لیکن دنیا میں ہمارے ان چالیس پچاس سال کے آرام کا آخرت میں لاکھوں، کروروں سال کے آرام سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا: دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک چٹخارے سے زیادہ نہیں ہے، جس چٹخارے میں تم مبتلا ہو، لیکن تم ہماری باتوں کو مان نہیں رہے ہو، حالانکہ ہم نے تمہارے لیے کتنے انتظامات کئے، تمہارے لیے پانی مہیا کیا، تمہارے لیے کھانے کی جو اشیاء چاہئیں وہ ہم نے زمین میں رکھیں، جن کو تم نکالتے ہو اور استعمال کرتے ہو، اور تمہاری ہر ضرورت کو ہم پورا کرتے ہیں تاکہ تم اچھے اعمال کرسکو اور جنت کے مستحق ہوسکو۔

منکرین کا قول اور اس کی تردید

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں اور ان کی باتوں کو ماننے سے گریز کرتے ہیں، قرآن کریم میں ان کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے کوئی علامت لے کر کیوں نہیں آئے؟ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی معجزہ لانا چاہیے تھا، آپ کوئی ایسی چیز دکھاتے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ رب کی طرف سے آئے ہیں، چنانچہ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اس سے پہلے بھی ہم معجزات بھیجتے رہے ہیں لیکن ان لوگوں نے ہمیشہ معجزات کا انکار کیا ہے، اور یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ ہم ان کے ہر مطالبہ کو پورا کریں، جب کہ خود ان کو حقیقت معلوم ہے، لیکن صرف ضد میں یہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی پرانی روایت سے ہٹنا نہیں چاہتے، ان کا کہنا ہے کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے چلے آرہے ہیں لہٰذا ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے، حالانکہ یہ ایسی غیر معقول بات ہے جس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، کیونکہ اگر کسی کے باپ دادا کوئی غلط کام کررہے تھے تو کیا وہ بھی وہی غلط کام کرے گا؟ ہرگز نہیں۔

فرمان الٰہی

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہلوادیا کہ کہہ دیجیے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ رکھتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور ہدایت اسی کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے، جس میں جذبہ ہو، جو چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو، لیکن ان لوگوں کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے، جو ہٹ دھرمی کررہے ہوں، جو محض ضد میں انکار کررہے ہوں، ان کو ہدایت دینے کا کوئی سوال نہیں ہے، گویا اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، خواہ وہ گمراہ رہیں اور آخرت میں تباہ و برباد ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ وہ دھاندلی پر اتر آئے ہیں، جس کا کوئی علاج نہیں، البتہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، جس میں انابت ہوتی ہے، جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور ہمارے اعمال اچھے ہوں تاکہ ہماری آخرت کامیاب ہو، تو اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کیا گیا کہ آپ ان کی باتوں سے پریشان نہ

www.tameerehayat.com

ہوں، یہ تو ان کی پرانی حرکتیں ہیں، یہ لوگ اپنے نبیوں کے ساتھ ہمیشہ یہی کرتے رہے ہیں، کہ ان سے معجزہ مانگتے ہیں پھر معجزہ کا انکار بھی کرتے ہیں، قوم ثمود نے اونٹنی کا معجزہ مانگا تھا، تو اللہ نے پہاڑ کے اندر سے اونٹنی نکال کے دکھادی، اور کہا کہ یہ اونٹنی جو ہم نے پیدا کردی اس کا تمہیں خیال رکھنا پڑے گا، یہ پانی پئے گی اور کھائے گی، لہٰذا اس میں تم لوگ رکاوٹ نہ ڈالنا، کیونکہ اگر تم نے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالی یعنی اس کا پانی وغیرہ روکا تو پھر ہم بہت سخت سزا دیں گے، لیکن انہوں نے خدا کی اس بات کو نہیں مانا، اور جب اونٹنی پانی پینے لگی تو ان کے پانی میں گویا کہ کمی ہوگئی اس لیے انہوں نے آدمی مقرر کرکے پیسے دے کر اس سے کہا کہ اس اونٹنی کو مار ڈالو، چنانچہ اس اونٹنی کو مار ڈالا گیا، اور ادھر اللہ کے نبی کے ذریعہ سے ان کی اس حرکت پر یہ اطلاع دے دی گئی کہ اب تین روز کی تم کو مہلت ہے اس کے بعد تمہیں عذاب ہے، اب تم عذاب سے نہیں بچو گے، چنانچہ اللہ کا عذاب آیا اور سب تباہ کردیئے گئے، معلوم ہوا جب اللہ تعالیٰ معجزہ بھیج دیتا ہے اور اس کے بعد پھر اگر کوئی معجزہ کا انکار کرے تو پھر وہ لوگ ختم کردیے جاتے ہیں، عذاب میں مبتلا کردیے جاتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ کو مکہ والوں کے متعلق معلوم تھا کہ بالآخر یہ اسلام قبول کرلیں گے، جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر سب نے اسلام قبول کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کا فیصلہ نہیں فرمایا، اور اسی لیے معجزہ بھی نہیں بھیجا، کیونکہ اگر معجزہ کے بعد یہ انکار کرتے جیسا کہ انکار کررہے ہیں تو اللہ کے عذاب کے مستحق ہوجاتے، اس لیے کہ جب کھلی دلیل آجائے اور اس کے بعد بھی کوئی انکار کرے تو پھر اللہ کی پکڑ کا بہت خطرہ ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی کے فوائد

اخیر آیات میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لے آئے ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہیں یعنی ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے، ذکر سے، تلاوت سے، اللہ کو پکارنے سے، اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے سکون ملتا ہے، قلب میں ایک سکینت وطمانینت پیدا ہوتی ہے، اور قلب کی راحت ہی اصل راحت ہے، جسم کی راحت ضمنی ہے، اصل راحت قلب کی ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی صدمہ کی بات ہوتی ہے تو آدمی کو اچھے سے اچھا کھانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا، یا کوئی فکر و پریشانی کی بات ہو تو اچھی سے اچھی چیز بھی اس کو اچھی معلوم نہیں ہوتی، لیکن اگر دل خوش ہے تو آدمی جسم کی تکلیف برداشت کرلیتا ہے، اور اس کو جسم کی تکلیف کی پرواہ نہیں ہوتی، جیسے: ماں اپنے بچے کے لیے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھالیتی ہے، لیکن اس کو اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس کا دل بچے میں لگا ہوا ہوتا ہے، معلوم ہوا اصل بات دل کی ہے، اور جو ایمان لے آتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمادیتا ہے کہ ان کے دلوں میں طمانینت یعنی ایک سکون پیدا ہوجاتا ہے، وہ اندر کا مزا محسوس کرتے رہتے ہیں، ایک لطف محسوس کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے خواہ وہ غربت کی حالت میں ہوں، یا کوئی پریشانی لاحق ہو، ان کو اس سے کوئی بھی تکلیف نہیں ہوتی، اس لیے کہ جب دل مطمئن ہے، تو دوسری چیزیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوجاتی ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ تاکید کے ساتھ فرمارہا ہے: ''واقعہ یہ ہے، سن لو کہ اللہ کی یاد سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے،'' یعنی جب تم اللہ کو یاد کروگے، اس کی طرف رجوع کروگے تو تمہارے دل میں ایک راحت وسکون پیدا ہوگا اور پھر جسمانی تکلیف اس کے سامنے ہیچ ہوجائے گی، پھر اگر جسمانی تکلیف بھی ہوگی تب بھی آدمی کو وہ تکلیف محسوس نہیں ہوگی، اس لیے کہ دل کے اندر ایک راحت وسکون ہے۔

بزرگوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہماری جنت ہمارے دل میں ہے، بلکہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا: اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ ہم کو کس قدر راحت وآرام ہے تو ہم کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے، اور ہم سے یہ راحت چھیننے کی کوشش کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے اہل دنیا کے متعلق اپنے ایک خطبہ میں کہا کہ سب سے زیادہ تکلیف میں بادشاہ لوگ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا سارا وقت فکر و پریشانی میں گزرتا ہے، چاہے جسمانی راحت ان کو جو کچھ میسر ہو اور Show جتنا اچھا ہو، لیکن ان کے دل بالکل مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ ہر وقت دشمن کا خطرہ، اپنے لوٹ مار کا خطرہ، بغاوت کا خطرہ، اور بہت سے خطرات ان کے دل کو بے چین رکھتے ہیں۔

مومنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے، اور اچھے اعمال کیے تو ان کے لیے بڑی راحت اور خوشی کی بات ہے، کیونکہ ان کو بہت ہی اچھی چیز حاصل ہوئی ہے، جس کی وجہ سے ان کے ساتھ آخرت میں بہت اچھا معاملہ کیا جائے گا، یعنی یہاں اس ایمان کی بدولت قلبی سکون وراحت حاصل ہے، اور آخرت میں اس کا یہ صلہ ہے کہ وہاں جسمانی اور قلبی دونوں آرام حاصل ہوں گے، پھر آخرت میں بہترین انجام بھی ہوگا۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

تحفظ شریعت

خانہ ساز شریعت یا آئینہ کتاب وسنت

.....مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

آج جس دور میں ہم زندگی گذار رہے ہیں وہ اس حیثیت سے بہت ممتاز ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دائرہ تصور سے بھی زیادہ وسعت پذیر ہے، ترقی کے اس دور میں اس قدر حساس آلات تیار ہوگئے ہیں کہ بغیر کسی خاص محنت اور کوشش کے انسانی زندگی میں برتی جانے والی چیزوں کی نقل اتار لینا اور بہت سی مصنوعات کو اپنی اصلی صورت سے بھی زیادہ صاف و شفاف انداز میں انسانی سوسائٹی کے کسی ماحول میں پیش کر دینا بالکل آسان ہوگیا ہے، اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ نقلی مصنوعات اس قدر اپنی اصل کے مطابق ہوتی ہیں کہ اصل اور نقل کے درمیان تمیز کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح اسلامی زندگی کا معاملہ بھی نظر آتا ہے اور اکثر اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر اعتبار سے انسان کی زندگی اسلام کے قالب میں پوری طرح ڈھلی ہوئی ہے، بلکہ وہ اسلامی زندگی کی نمائندگی کا زیادہ حق رکھتی ہے، مگر بہت زیادہ باریک بینی کے ساتھ اس کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کے خط وخال کو نہایت حساس آلات کے ذریعہ دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ صحیح اسلامی زندگی کی نقل معلوم ہوتی ہے اور اصل بنیاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اس مختصر تمہید سے میری غرض یہ ہے کہ اس زمانے میں جس طرح اشیاء کا تعلق اصل اور نقل سے ہوتا ہے، اسی طرح دین کا تعلق بھی اصل اور نقل سے ہونے لگا ہے، چنانچہ صحیح اور اصل اسلامی زندگی پختہ دینی عقیدہ کے ساتھ نہایت مضبوطی سے جڑی ہوتی ہے، اس میں عقیدۂ توحید کو عظیم بنیادی اہمیت حاصل ہے اور شریعت کے جملہ احکام وتعلیمات پر عقیدہ کی پختگی کے ساتھ عمل کرنا اسلامی زندگی کی اصل کسوٹی ہے اور یہیں سے یہ فرق واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مسلمان کا پختہ عقیدہ کے ساتھ اسلام کی عملی نمائندگی کرنا اور اللہ تعالی کی عبادت واطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت کے پختہ رنگ کو اپنی زندگی کے تمام معاملات میں چڑھالینا ایمان ویقین کا سب سے بڑا سودا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ، تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ، ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ، يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ، ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ".

[صف:۱۰-۱۲] (اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت نہ بتادوں، جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالی پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو، اللہ تعالی تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہونچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے)۔

دوسری طرف بھی ایک ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے نہایت شاندار اسلامی زندگی کا نمونہ ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلامی زندگی نہیں بلکہ اس کی نقل ہے، اگرچہ برملا اور متعین طریقہ سے اس کا اظہار کرنا دعوت کی حکمت کے خلاف ہے، تاہم اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج کے انحطاط پذیر دینی ماحول میں یہی سکہ رائج الوقت ہے، اس نقل اور اس کی اصل کے درمیان تمیز کرنا ہر کس وناکس کی قدرت سے باہر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ترجمہ: "کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ تعالی کو اپنی دینداری سے آگاہ کررہے ہو، اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" [حجرات:۱۶]۔

آج کے بازار میں اصلی سکے کے ساتھ کچھ نقلی سکے بھی داخل ہوگئے ہیں، اور بظاہر ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، لیکن اس میدان کے ماہرین جب اپنے نہایت حساس آلات کے ذریعہ اس کو جانچتے اور پرکھتے ہیں تو نقلی سکہ اختیار کرنے والا سخت سزا کا مستوجب ہوتا ہے اور اس کا واحد علاج یہ ہے کہ وہ عہد کرے کہ اسے اب ہر طرح کی نقل سے دستبردار ہونا ہے اور اصل کو اختیار کر کے سرخرو ہونا اس کی زندگی کا مقصد بن چکا ہے۔

آج شریعت اسلامی کے پاکیزہ ماحول میں اسلام کے بنیادی عقیدہ کے ساتھ کچھ ایسے عقیدے اور خیالات در آئے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ سحر سامری کی طرح ایک شیطانی اثر ہے، اس کی وجہ سے ایک خانہ ساز شریعت وجود پذیر ہوگئی ہے، ضرورت ہے کہ اس سے احتیاط برتی جائے، اور اسلامی شریعت کو زندگی کے ہر گوشہ میں نافذ کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

☆☆☆

www.tameerehayat.com

نجوم تابان

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امت کا خلاصہ اور عطر

..... مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علمی، فکری، ادبی وقلمی صلاحیتوں کو ہمیشہ دین حق کے لیے وقف رکھا، قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کے ساتھ سیرت رسول اکرمؐ اور سیرت صحابہؓ پر بھی قیمتی تحریریں یادگار چھوڑیں، ان کی زندگی کی آخری کتاب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ''صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی'' کے عنوان سے وفات سے بس ایک روز قبل آئی، جس کا انہیں شدت سے انتظار تھا۔
ذیل میں کتاب کا پیش لفظ قارئین کے دینی، علمی وفکری استفادہ کے لیے پیش ہے۔ [ادارہ]

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام، دعوت اور نبوی تربیت سے ایسے نیک، صالح اور متقی افراد تیار کیے جو اللہ کی وحدانیت پر سچا ایمان و پختہ یقین رکھتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے، دنیاوی مال ومتاع کی ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں تھی، اپنی ایمانی اور روحانی قوت سے مادیت پر قابو پالیا تھا، ان کا یہ یقینِ راسخ تھا کہ دنیا ان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ خود آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، وہ تجارت میں سچے اور امین تھے، فقر وفاقہ میں عزت نفس اور انسانی شرافت کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹنے پایا، ہر حال میں صابر وشاکر تھے، قول وقرار کے پکے تھے، عمل میں خیر خواہی اور ہمدردی کے پیکر تھے، ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں مخلص اور امانتدار تھے، حکومت، اقتدار اور غلبہ کی حالت میں رحم دل، متواضع اور ملنسار تھے اور بیت المال کے بہترین محافظ اور واقف کار خازن تھے۔

اسی قدسی اور نبوی تربیت یافتہ جماعت کے فضل سے قرن اول میں اسلام پوری دنیا میں پھیلا، لہٰذا صحابہ کرامؓ اس امت کا خلاصہ اور عطر ہیں، بلکہ انبیاء اور رسولوں کے بعد پوری نوع انسانی میں سب سے افضل اور برتر ہیں، اللہ کو ایک مانا، اسلام کو اپنا دین مانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانا، یہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ کی طرح راسخ اور مستحکم تھا، ایمان لاتے ہی ان کی دنیا بدل گئی، گویا ابھی پیدا کیے گئے ہوں، ان کا تاریک ماضی روشن ہوگیا، ان کے وجود میں ایمان کی لہر دوڑ گئی، اب بس ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ کی رضا وخوشودی حاصل ہوجائے، ان پر آخرت میں اپنے رب سے ملاقات شوق چھا گیا اور اس جنت کی طلب صادق پیدا ہوگئی جس کی وسعت زمین وآسمان بیان کی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایمان کے راستہ میں اپنا سب کچھ قربان کردیا، اللہ کی رضا کی خاطر اپنا وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، طرح طرح کی اذیتیں اور مشقتیں برداشت کیں، جہاد کیا، اللہ اور اس کے رسول کے لیے قربانیاں دیں، انہی کی بدولت اسلام کا بول بالا ہوا، اس کو قوت واستحکام حاصل ہوا اور پھر لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوگئے۔

وفات رسولؐ کے بعد صحابہ کرامؓ اسلام کے سچے داعی وسپاہی بن گئے، اسلام کے پرچم کو بلند کیا اور دنیا کے چپہ چپہ میں اسلام اور اس کی تعلیمات کو عام کیا، زندگی کی آخری سانسوں تک اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اس کی خدمت کرتے رہے، لوگوں کو شرک وکفر کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کی روشنی کی طرف لائے اور دنیا اور آخرت کی سعادت سے سرفراز کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسل ممتاز ترین اور افضل ترین نسل ہے جس کی اسلامی دعوت کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، بلکہ انبیاء کی تاریخ میں ایسا نمونہ نظر نہیں آتا، صحابہ کرام کے فضل واحسان کا انکار ہٹ دھرم اور سرکش شخص ہی کرسکتا ہے، تمام صدیوں میں اس امت پر ان کے احسانات ہیں اور وہ بغیر کسی تفریق وامتیاز کے قیامت تک نمونہ اور معیار ہیں۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرامؓ نبوی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں اور شجر نبوی کے پھل ہیں اور ابتلاء و آزمائش کے مختلف مراحل سے گزر کر پروانہ الٰہی "رضي الله عنهم" سے سرفراز ہوئے، اس قدسی جماعت پر جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوا، اگر کوئی کیچڑ اچھالتا ہے تو وہ درحقیقت نبوی تعلیم وتربیت اور شجر نبوی پر کیچڑ اچھالتا ہے۔

صحابہ رسولؐ نے اطاعت خدا، اتباع رسول، اوامر کے نفاذ اور منہیات سے اجتناب میں اعلیٰ ترین مثال قائم کی ہے، جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہی وہ قدسی جماعت ہے جس کے ذریعہ اسلام اپنی صحیح شکل وصورت میں ہم تک پہنچا ہے، پوری امت ان کے احسانات سے گراں بار ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اسلام کی سربندی اور اس کی اشاعت کی خاطر جو بے مثال قربانیاں دیں ہیں، جن آزمائشوں سے گزرے ہیں

www.tameerehayat.com

اور خدا اور رسول کی اطاعت وانقیاد کے جو انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، وہ سب تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے، غیروں نے بھی صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کا اعتراف کیا ہے۔

اسلامی تاریخ کا یہ بڑا المیہ ہے کہ شرعی علوم (تفسیر، حدیث اور فقہ) سے اشتغال کی وجہ سے مؤرخین اور مصنفین نے تاریخ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی، نتیجتاً تاریخ کے موضوع پر ایسے لوگوں نے قلم نے اٹھایا جنہوں نے تاریخی روایات وواقعات کے سلسلہ میں اس اصول ومعیار کا خیال نہیں رکھا جو روایت حدیث میں اختیار کیا گیا، صرف روایات اکٹھا کردی گئیں اور ان کی چھان بین نہیں کی گئی، بعض مورخین نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے، خود اصفہانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "الأغانی" میں اس کا اعتراف کیا ہے، ان مؤرخین میں ایسے لوگ بھی گھس آئے جو روایات کے نقل میں محتاط نہیں تھے؛ بلکہ اپنی کتابوں میں رطب ویابس ہر طرح کی چیزوں اور اختلافی روایتوں کو داخل کردیا؛ بلکہ بعض عظیم اسلامی شخصیتوں کے تعلق سے افتراء پردازی سے بھی گریز نہیں کیا اور ان کی طرف من گھڑت باتیں منسوب کردیں، اسی وجہ سے تاریخی روایات میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے، علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس کے بعد مستشرقین کا دور آیا اور انہوں تاریخ اور سیرت نبوی کو موضوع بنایا اور ایسے مسائل اٹھائے جن سے بعض اسلامی شخصیتوں کے تعلق سے شبہات پیدا ہوئے، پھر ان کے عرب اور غیر عرب شاگردوں نے ان شکوک وشبہات کو اور ہوا دی اور مؤثر انداز میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور آج بھی اسلامی تاریخ کو ایک مخصوص زاویہ سے پیش کرنے کا عمل جاری ہے، اس پروپیگنڈہ سے وہ مسلمان مورخین بھی متاثر ہوئے جن کی تعلیم و تربیت مستشرقین کے زیر اثر ہوئی، یا اسلامی موضوعات پر مستشرقین ہی کی لکھی ہوئی کتابوں کو مرجع بنایا، اس کی مثال ڈاکٹر طہ حسین کی کتاب "سلسلة الفتنة الكبرى" ہے، جن لوگوں نے مشاجرات صحابہ کو موضوع بنایا، ان کا مرجع اصفہانی کتاب "الأغانی" رہی ہے، اصفہانی ایک پیشہ ور صاحب قلم تھا، اس نے حجاز کے معاشرہ کی جو بدنما تصویر پیش کی ہے وہ اس زمانہ میں بھی تصور سے باہر ہے اور ایسی روایات نقل کردی ہیں جن سے صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ اور اعتبار مجروح ہوتا ہے۔

موجودہ عہد میں ایک بار پھر ایسی کوششیں ہورہی ہیں اور ایسی کتابیں اور مقالات لکھے جارہے ہیں جن سے اسلامی تاریخ کا روشن چہرہ داغ دار ہورہا ہے اور بعض اسلامی شخصیتوں کو اور تاریخ میں ان کے مثالی کردار کو نشانہ بنایا جارہا ہے، حتی کہ صحابہ کرام، امہات المومنین اور صحابیات کو نشانہ بنایا جارہا ہے، ان مورخین اور مقالہ نگاروں کا مرجع وہ کتابیں ہیں جو تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں تصنیف کی گئیں جب کہ اسلامی معاشرہ مختلف عناصر پر مشتمل تھا خصوصاً فارسیوں (ایرانیوں) کا غلبہ تھا جن کا دل صاف نہیں تھا اور ان کے دل و دماغ میں عربوں کے ہاتھوں قادسیہ کی فتح کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا۔ فقہی مسالک اور فرقوں کی وجہ سے بھی بعض صحابہ کو نشانہ بنایا گیا۔

اسلام دشمن ذرائع ابلاغ صحابہ کرامؓ کی شان کو نیچا دکھانے کے لیے اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور غیر اسلامی ماحول میں نشو ونما پانے والے نوجوانوں کے ذہن میں غلط تصویر بٹھاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت پر شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کچھ چینلز تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہؓ کے موقف پر ایسے انداز میں سوالات کھڑے کرتے ہیں جس سے انسان شک میں پڑ جائے اور بسا اوقات ایسے الزامات لگاتے ہیں جو اسلام اور اسلامی شخصیات سے متعلق بے اعتمادی اور غلط فہمیوں کو جنم دیتے ہیں۔

سیرت نبویؐ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وتاریخ ایمانی طاقت وقوت اور دینی جذبہ کا سرچشمہ ہیں جس سے یہ امت اور دینی دعوت وتحریک قوت وکمک اور ایمانی جوش ولولہ حاصل کرتی ہیں اور دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو روشن کرتی ہیں جو مادیت کے تیز وتند جھونکوں میں بجھتی جارہی ہیں اور اگر یہ انگیٹھیاں بجھ گئیں تو یہ امت اپنی طاقت وقوت، اپنی شناخت و پہچان، امتیازات وخصوصیات اور تاثیر کھودے گی اور لاشہ بے جان بن رہ جائے گی۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اصحابِ رسولؐ کے منہج اور طریقۂ کار کو بیان کیا جائے، ان کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا جائے، اللہ کی خوشنودی کے حصول کے راستہ میں ان کی قربانی، خلوص، امانتداری، خوف خدا، جنت اور آخرت کا شوق اور رسولؐ سے ان کے عشق ومحبت، اتباع رسولؐ میں ان کی فدائیت، جانثاری، وفاداری اور اشاعت اسلام اور اسلامی خلافت کے قیام کے راستہ میں ان کے کردار اور مثالی خدمات کو نئی نسل کے سامنے پیش کیا جائے، ان میں انصار اور مہاجرین کی کوئی تفریق نہیں؛ بلکہ جسے بھی صحبت رسولؐ کا شرف حاصل ہوا اور صحابہ کی صف میں شامل ہوا، وہ سب قابل احترام ہی نہیں؛ قابل تقلید نمونہ ہیں۔ قرآن کریم میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

فکروعمل

اسلامک ہوٹلس : ایک تشنہ تعبیر خواب

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ صرف بہت بڑے عالم دین اور مصنف نہیں تھے بلکہ بہت بڑے مفکر بھی تھے، وہ جامع الصفات تھے اور نادرۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے، بہار کی مردم خیز سرزمین، جہاں معروف بزرگ مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے لے کر علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا ابوالمحاسن سجاد جیسی شخصیتیں پیدا ہوئیں، مولانا گیلانی کا وطن تھا وہ بہت بڑے مصنف تھے اور اسی کے ساتھ انہوں نے ایک باشعور اور بیدار مغز مسلمان کی طرح ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل پر بھی سوچا اور ان کی نہضت اور ترقی کے لیے لائحۂ عمل تیار کیا، اس لائحۂ عمل کا ایک عنوان اسلامی ہوٹل ہے اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اپنی تحریر میں مولانا گیلانی کی اس تجویز کی ستائش کی اور اسے مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا تھا۔ مولانا گیلانیؒ کے ذہن میں یہ تجویز اس وقت آئی جب وہ ٹونک اور دیوبند کے ماحول سے نکل کر عثمانیہ یونیورسٹی کے نئے ماحول میں آئے، اس وقت ایک حساس انسان کی طرح انہیں یہ فکر ہوئی کہ نوجوان طلبہ کو بے دینی اور الحاد اور غلط نظریات کے کانٹوں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ مولاناؒ کی تجویز آج بھی بے حد اہم اور قابل توجہ ہے۔

اسلامک ہوٹل کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کو سامنے لانا ضروری ہے، حالات کا تجزیہ کرنا اور صحیح حل پیش کرنا اور منصوبہ بندی کرنا معمولی درجہ کی بات نہیں ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ مقرر بھی تھے اور مفکر بھی تھے اور مؤلف بھی تھے، ان کے سمندفکر کی جولانگاہ مختلف موضوعات تھے، قرآن مجید کا مطالعہ، تدوین حدیث، سیرت اور تذکرہ اور مسلمانوں کی تعلیمی تاریخ وغیرہ اور انہوں نے جو لکھا وہ بہت البیلے انداز میں لکھا اور دل کی روشنائی سے لکھا، ان کے دل کا ارتعاش سطر سطر سے نمایاں ہے اور بقول مولانا علی میاںؒ ان کی تحریروں میں ان کا سوز دروں اور خون جگر شامل ہے۔ لیکن مستقبل میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور تربیت کے لیے اسلامی ہوسٹل کا جو لائحہ عمل انہوں نے پیش کیا تھا وہ غیر معمولی تھا، انہوں نے یہ لائحہ عمل اس وقت پیش کیا تھا جب وہ حیدرآباد میں عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبۂ دینیات میں استاذ تھے۔ مولا نے اسی زمانہ میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہر بڑے شہر میں مسلم اقامت خانے قائم کیے جائیں جہاں اسکول کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والوں کے لیے قیام وطعام کا قیمتاً نظم ہو اور اس ماحول میں اسلامی طرز سے ان کی ذہنی نشو نما ہو اور دینی تربیت کا معقول انتظام ہو۔ جہاں نماز کا اہتمام ہو، درس تفسیر ہو، درس حدیث ہو اس کے علاوہ اسلامی موضوعات پر محاضرات ہوں، ایک بہترین عالم دین ہو جو ان کا مربی اور نگراں ہو۔ اس ہوسٹل میں ایک اچھی لائبریری ہو۔ مولانا دریابادی نے لکھا تھا کہ مولانا علی میاں ندویؒ جب سفر یورپ سے واپس آئے تو انگلستان، فرانس، جرمنی، ہر جگہ مولانا گیلانی کے اس نسخہ کو سب سے بہتر نسخہ سمجھتے تھے [صدق جدید: ۱۷/ جنوری ۱۹۶۴ء] حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نزدیک یہی جدید تعلیمی یافتہ طبقہ تھا جو یورپ کے نظریات سے متاثر تھا اور جس کے ہاتھ میں مسلم ملکوں میں اقتدار کی زمام آئی اور اس نے اسلامی ممالک کو الحاد اور زندقہ کے دوراہے پر کھڑا کردیا، آج عرب اور اسلامی ممالک میں جو حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ مغربی تعلیم یافتہ ہیں، ان کے ذہن کی ساخت مغربی ہے، وہ اسلامی نظام نافذ ہی نہیں کرسکتے ہیں وہ اسلامی نظام کا نام لینے والوں کے دشمن ہوتے ہیں، انہیں دہشت گرد قرار دے کر جیلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی لیے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نزدیک نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ کے شہروں میں بھی اسلامی ہوسٹل کی ضرورت ہے، پاکستان میں ڈاکٹر رفیع الدین نے ''قرآن اور علم جدید'' کے نام سے کتاب لکھی تھی، اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ دکھایا تھا کہ یورپ کے تمام مفکرین، دانشور اور سائنس دانوں نے عہد حاضر میں جو نظریات پیش کیے ہیں اور جو بہت پھیلے اور دل ودماغ میں جاگزیں ہوگئے، وہ سب مذہب مخالف ہیں، ان نظریات نے مذہبی معتقدات کے خلاف ایک طوفان برپا کردیا ہے، اس کتاب سے متاثر ہوکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اردو میں ''نیا طوفان اور اس کا مقابلہ'' اور عربی میں " ردة ولا أبابكر لها " کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ اس عہد میں فلسفیانہ اور نظریاتی سطح پر مذہب کو ایک طوفان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے لیے اب ایک کشتی نوح کی ضرورت ہے، اگر اسلامی ہوسٹل کا نظام ہر جگہ قائم

www.tameerehayat.com

ہوسکا تو اس کی حیثیت بے دینی کے طوفان میں کشتی نوح کی ہوگی اور اس ہوسٹل کے تعارف نامہ اور سرنامہ پر یہ آیت لکھنے کی ضرورت ہوگی: "اِرۡکَبُوۡا فِیۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَا اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ" ہندوستان کے ماحول میں مولانا گیلانی کے اس لائحہ عمل اور تجویز کو درست اور بے حد اہم ثابت کرنے کے لیے پہلے بطور تمہید ہندوستان میں مسلمانوں کی صورت حال پیش کی جارہی ہے۔

مستقبل کا مؤرخ جب ہندوستان میں اسلام کی تاریخ لکھے گا تو یہ ضرور لکھے گا کہ مسلمان آزادی کے بعد تعلیم، تجارت اور معیشت ہر اعتبار سے انتہائی زار وزبوں حالت تک پہونچ گئے تھے، سرکاری ملازمتوں میں ان کی کوئی جگہ نہیں تھی، پرائیویٹ سکٹر میں ان کی نوکریاں مفقود ہوگئی تھیں اور اکیسویں صدی کے آتے آتے ان کا انحطاط وزوال، عروج تک پہونچ گیا تھا۔ عرب ملکوں میں ان کو ملازمتیں نہ ملتیں تو ان کے وہ خاندان جو کبھی خوشحال اور زمین دار تھے، سڑکوں پر دست سوال دراز کرتے نظر آتے۔ اس کی وجہ حکومت کے تیور کا ان کے خلاف ہونا تھا اور وہ تعصب تھا جو اصحاب اقتدار کو ان سے تھا اور وہ بیر تھا جو بہت سے برادران وطن کے دلوں میں ان سے مختلف تاریخی اسباب کی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا اور اس دشمنی نے ان کو دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا تھا۔ مسلمان اس تعصب کی مزاحمت نہ کرسکے، اس کی بنیادی وجہ تعلیم کے میدان میں ان کی پسماندگی تھی مسلمانوں کی تقریباً نصف آبادی ناخواندہ تھی، اس کے بعد اکثریت ان لوگوں کی تھی جو برائے نام تعلیم یافتہ تھے اور چند فی صدی جو تعلیم یافتہ تھے ان میں کچھ اپنا مقام بنا سکے اور کچھ پاکستان چلے گئے۔

ہندوستان کا موجودہ منظرنامہ یہ ہے کہ سیاست تجارت میڈیا، سرکاری اور غیر سرکاری ہر سکٹر پر ان لوگوں کا قبضہ ہے جو تعلیم میں آگے ہیں اور جو تعلیم میں آگے ہیں وہ سرمایہ اور دولت میں بھی آگے ہیں۔ حکومت کے تمام کلیدی عہدوں پر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ برہمن راجپوت اور بنئے سب مل کر چھ فی صدی بھی نہیں ہوتے ہیں اس قلیل آبادی نے اور جین مذہب کے لوگوں نے ہندوستان کی صنعت اور تجارت اور سیاست پر قبضہ کرلیا ہے، ملک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے، حکومت کی نکیل ان کے ہاتھ میں ہے، وہی کارساز پالیسی ساز اور وہی کارپرداز ہیں۔ ہندوستان کی جتنی مشہور اور بڑی کمپنیاں ہیں جیسے وپرو، کنگ فشر، جٹ ایرویز، ایرٹل، ریلائنس، ٹی سی اس، ووڈافون، بی اس ان ال وغیرہ، اور جتنے بڑے اخبارات ہیں جیسے ہندوستان ٹائمس اور ٹائمس آف انڈیا، دی ہندو اور دینک جاگرن وغیرہ اور جتنے بینک ہیں وہ سب اونچی ذات کے ہندوؤں کی ملکیت ہیں جو بہت چھوٹی اقلیت ہیں، لیکن وہی ملک کی سیاست کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں پہلے اگر کانگرس برسر اقتدار تھی تو ان کی وجہ سے تھی، اور جب انہوں نے کانگرس سے نظر پھیر لی تو بی جے پی برسر اقتدار آگئی، دلت اور او بی سی کے لوگوں کی رزرویشن کی وجہ سے کچھ عہدوں تک رسائی ہوگئی ہے اور ان کی مالی حالت بہتر ہوگئی ہے لیکن سب سے خراب اور خستہ اور شکستہ حالت مسلمانوں کی ہے۔ جنہوں نے اس ملک میں آٹھ سو سال تک حکومت کی ہے اور جن کی تعداد ۲۰ر ملین ہے اور جو عالم اسلام کے تقریباً تمام ملکوں کی آبادی سے زیادہ ہیں وہ تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے تمام گروہوں اور فرقوں کے مقابلہ میں حاشیہ پر ہیں، ان کا سفینہ تعلیم بھنور میں ہے بہت بڑی تعداد میں ایسے مسلم بچے ہیں جن کی دینی تعلیم اور ناظرہ قرآن کی تعلیم بھی نہیں ہوسکی ہے یہ ان کے والدین کی بے شعوری اور بے حسی کی وجہ سے ہے جس کی آخرت میں ان سے باز پرس ہوگی۔ جہاں تک دینی تعلیم کا تعلق ہے اب ندوہ اور دیوبند کی طرح بڑے مدارس قائم کرنے کے بجائے ہر مسجد میں صباحی اور شبینہ ابتدائی دینی تعلیم اور اردو زبان اور قرآن پڑھنے کا انتظام ہونا چاہیے اور محلّہ والوں کو اس کی فکر اور نگہداشت کرنی چاہیے۔ ملک میں جو بڑے مدارس ہیں ان کا نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ ان سے باشعور علماء دین نکل سکیں اور ملت کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔ ملک میں مسلمانوں کے امپاورمنٹ کے لیے عصری تعلیم کی ضرورت ہے اور عصری تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ کو مذہب بیزاری سے بچانے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے اسلامک ہوسٹل قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ ایسے مسلم علماء کی ضرورت ہے جو لسان قوم میں برادران وطن کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کرسکیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مسلم طلبہ ہائی اسکول کی تعلیم بھی مشکلوں سے مکمل کرپاتے ہیں ان میں اکثر گھر کی مالی مجبوریوں کی وجہ سے درمیان ہی میں تعلیم چھوڑ دیتے ہیں ان کی کوئی ہمت افزائی کرنے والا اور صحیح رہنمائی کرنے والا بھی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ نوجوان اچھی سرکاری ملازمتوں سے محروم رہ جاتے ہیں، پرائیویٹ سکٹر میں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ اس دور میں عصری علوم کی جو گروہ قیادت کرے گا اور اس کا پرچم بردار بنے گا وہ ترقی اور کامرانی کے زینہ پر چڑھتا جائے گا اور ملک کی قیادت اسی کے ہاتھ میں ہوگی۔ عصری

www.tameerehayat.com

تعلیم اور امپاورمنٹ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، عصری تعلیم کسی قوم کی مادی اقتصادی اور سیاسی ترقی کی اساس ہوتی ہے۔ اور اس میدان میں جب تک مسلمانوں کی پیشرفت نہیں ہوگی اس وقت تک ان کی غربت اور ذلت کا خاتمہ نہیں ہوگا اور ان کی بے روزگاری ختم نہیں ہوگی۔ دنیوی استحکام اور ترقی اور کامرانی کے سفر کے تمام راستوں کی ابتدا عصری تعلیم سے ہوتی ہے اور دنیوی استحکام اور مادی طاقت اس دین اسلام کے مقاصد میں داخل ہے جو عبادت اور ریاست، دین اور دنیا دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ نقطہ نظر غلط اور ناقابل التفات ہے کہ مادی طاقت کی ضرورت نہیں۔ ہمیں نئی نسل کو دنیوی اور مادی طاقت کے ذرائع تک پہونچانا ہے مگر اس طرح کہ ان کی اسلامیت پورے طور پر باقی رہے۔

مسلمان تعلیمی اعتبار سے پسماندگی کے آخری درجہ پر ہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کی تعلیم میں حکومت کی پالیسی بہت اہم رول ادا کرتی ہے، مثال کے طور پر اگر حکومت مسلم آبادی کے اندر یا نزدیک اسکول نہیں قائم کرے گی تو بچے اسکول کیسے جائیں گے۔ دشواریوں کے پیدا کرنے یا دشواریوں کو ختم کرنے میں حکومت کا بہت اہم رول ہوتا ہے لیکن جو چیز کہ فیصلہ کن بنتی ہے وہ کسی قوم کا ارادہ اور عزم مصمم ہے۔ عزم وہ صفت ہے جو رکاوٹوں کے تمام خارزار کو ختم کردیتی ہے۔ اگر حکومت اسکول نہیں قائم کرتی ہے تو مسلمانوں کو خود اپنا اسکول قائم کرنا چاہیے۔ افسوس مسلمانوں میں ایسی قیادت نہیں جو تعلیمی بیداری پیدا کرے اور اس کے انتظامات کرے اور اس کام کو اپنا مقصد بنائے۔ اور پھر اس کے ساتھ نوخیز نسل کی اسلامی تربیت کی فکر کرے۔ لیکن یہ حقیقت بھی ہے کہ حالیہ عرصہ میں مسلمانوں نے عصری تعلیم کی طرف توجہ کی ہے۔

مسلمانوں میں دینی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم دو فیصد سے زیادہ نہیں ہیں، مسلمانوں میں تعلیم اور خواندگی کا تناسب بہت کم ہے اور مسلمانوں میں جو طبقہ تعلیم حاصل کرتا ہے ان کی غالب اکثریت اسکولوں کا رخ کرتی ہے اور جو خوش قسمت طالب علم ڈراپ آوٹ کا شکار نہیں ہوتے اور اسکول کا مرحلہ مکمل کرلیتے ہیں وہ اعلیٰ تعلیم یا پیشہ ورانہ تعلیم اور ٹکنیکل تعلیم کے لیے اور مقابلہ کے امتحانات کی تیاری کے لیے مختلف تعلیمی اداروں اور کالجوں اور یونیورسیٹیوں کا رخ کرتے ہیں اور اس کے لیے انہیں اپنے گھروں کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور چھوٹے شہروں سے یا گاؤں سے بڑے شہروں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ عصری تعلیم حاصل کرنے والی یہ نئی نسل ملت کا بہت بڑا سرمایہ ہے جو اگر ضائع نہ ہو تو ملت کے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتا ہے۔ لیکن تعلیم کے لیے نئی نسل کی یہ ہجرت زیادہ تر ان کے ایمان واخلاق کے زیاں کا باعث بنتی ہے اور مذہبیت کے فقدان کا سبب بنتی ہے، تعلیمی ترقی دین واخلاق کی قیمت پر ہوتی ہے کیونکہ وہ والدین اور بزرگوں کی سرپرستی سے محروم ہوجاتے ہیں، وہ کرایہ کا کمرہ لے کر اور ایسے ساتھیوں کے ساتھ جو اکثر غیر مسلم ہوتے ہیں اور جن کا کردار مشتبہ ہوتا ہے رہتے ہیں اور ان کے شب وروز کسی بڑے شہر کی آزاد فضا میں اور فاسقانہ ماحول میں کسی محتسب اور چشم نگراں کے بغیر گذرتے ہیں۔ رپورٹ ہے کہ اکثر طلبہ منشیات کے، شراب کے اور ڈرگس کے عادی ہوجاتے ہیں۔ بڑے شہروں کا رخ کرنے والے مسلم طلبہ میں صرف لڑکے نہیں ہوتے بلکہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان کے والدین ایک بار انہیں پہونچا کر اور برائیوں کے ماحول میں تنہا چھوڑ کر تقدیر کے حوالے کرکے واپس چلے جاتے ہیں، ان طلبہ کو اگر اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر نہ بھیجا جائے تو تعلیم کا نقصان اور بہت بڑا نقصان، اور اگر بھیجا جائے تو عفت واخلاق کی دولت کے لٹ جانے کا خطرہ اور بہت بڑا خطرہ۔ کئی لاکھ کی تعداد میں وہ مسلم طلبہ جو بڑے شہروں کی آزاد فضا میں زندگی گذارتے ہیں اور بغیر کسی تربیت اور کردار سازی اور ذہن سازی کے شہروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ ملت کا سرمایہ نہیں بن سکتے ہیں، ان کے عقیدہ اور اخلاق کو خطرہ درپیش رہتا ہے وہ مخالف طاقتوں کے آلۂ کار بھی بن سکتے ہیں۔ جدید تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ اگر خراب ماحول سے بچ بھی جائیں تو ان نظریات کے زہر سے کیسے بچ سکیں گے جو سائنس کے نظریات میں موجود ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں مذہب اور ایمان پر شب خون مارا ہے۔ جولین ہکسلے کا نظریہ مخالف مذہب ہے، کارل مارکس کا نظریہ اشتراکیت مخالف مذہب ہے، ڈارون کا نظریہ ارتقاء مخالف مذہب ہے، میڈوگل کا نظریہ جبلت، فرائڈ کا نظریہ لاشعور، ایڈلر کا نظریہ حب تفوق، میکاولی کا نظریہ وطنیت ان کے علاوہ اور بہت سے نام ہیں جن کے نظریات مذہب کے مغایر ہیں اور جن کے اثرات کم یا زیادہ بہرحال پڑتے ہیں اور طالب علم کے خام ذہن کو متاثر کرتے ہیں، اگر یہ مسلم طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایمان کی پونجی لٹا بیٹھیں اور وہ ملت کے کام نہ آسکیں تو ان کی عصری تعلیم کا اور ان کی ترقی کا ملت کو کیا فائدہ؟ اس وقت مسلم ہیومن رسورسز کو اور نئی نسل کی دماغی اور فکری اور علمی صلاحیتوں کو ملت کی تعمیر اور بہبود کے لیے یکجا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کوشش کی ضرورت ہے کہ اس کا قلیل ترین حصہ بھی ضائع نہ ہو کہ اس پر ملت

www.tameerehayat.com

کے استحکام کا انحصار ہے۔

اللہ بھلا کرے مولانا مناظر احسن گیلانی کا جو حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ دینیات میں استاذ تھے۔ انہوں نے اس اہم تعلیمی مسئلہ کی طرف توجہ کی اور اس کا حل یہ بتایا کہ تمام بڑے شہروں میں اسلامک ہوسٹل کی بنیاد ڈالی جائے جہاں اعلیٰ تعلیم اور انجینئرنگ، میڈیکل اور تمام پروفیشنل اور عصری علوم کے کورسز کے طلبہ قیام کرسکیں گے۔ جس طرح فائیو اسٹار ہوٹلوں کا سلسلہ ہوتا ہے جو مختلف شہروں تک پھیلا رہتا ہے اسی طرح اسلامک ہوسٹلس کا بھی چین ہو یعنی اس کا سلسلہ کئی شہروں تک پھیلا ہوا ہو۔ یہ اسلامک ہوسٹل صرف اقامت گاہ نہیں ہوں گے بلکہ تربیت گاہ بھی ہوں گے یہاں کردار سازی بھی ہوگی اور ذہن سازی بھی ہوگی، یہاں اسلامی موضوعات پر اسلامی علوم کے ماہرین کے لکچرس ہوں گے، یہاں قومی اور بین الاقوامی مذہبی اجتماعات کے لیے ہال ہوں گے، یہاں مسجد بھی ہوگی، لائبریری بھی ہوگی اور کھیل کا میدان بھی ہوگا اور جدید ذرائع ابلاغ کی ٹریننگ کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے، سب سے اہم یہ کہ یہاں ایک اتالیق اور مربی اور نگراں بھی ہوگا جو طلبہ کی اخلاقی اور تعلیمی تربیت کرے گا، طلبہ چاہے کسی ادارہ میں تعلیم حاصل کریں لیکن جب ہوسٹل میں آئیں گے تو یہاں کے ڈسپلن کی ان کو پابندی کرنی پڑے گی۔ اس ہوسٹل میں مناسب اور رعایتی قیمت پر طعام وقیام کا نظم ہوگا اور غریب طلبہ کے لیے کھانے کی فیس نہیں لی جائے گی اور اس طرح اس اسلامک ہوسٹل کو امراء سے زکاۃ کی رقم بھی لینے کا حق حاصل ہوگا۔ زکات کے سلسلہ میں یہ عام غلط فہمی ہے کہ وہ صرف دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ زکات کا مصرف تعلیم وتعلم سرے سے ہے ہی نہیں، بلکہ غریبوں پر خرچ کرنا ہے، زکات کی رقم ہر غریب طالب علم پر خرچ کی جاسکتی ہے چاہے وہ دینی تعلیم حاصل کر رہا ہو یا عصری تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ نصف صدی پہلے مولانا گیلانی نے جو منصوبہ پیش کیا تھا ملت ابھی تک اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکی۔

نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا مولانا مناظر احسن گیلانی کا یہ منصوبہ پایہ تکمل تک نہیں پہونچ سکا اور یہ خواب ہنوز شرمندۂ تعبیر ہے، بلا شبہ مسلمانوں نے تعلیم کی طرف توجہ کی ہے لیکن تربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، عصری تعلیم کے میدان میں جو لوگ سامنے آئے، ان کی اسلامی ذہن سازی نہیں ہوسکی، اس لیے اسلامی ہوسٹل یا گیلانی ہوسٹل کا ہر جگہ قیام نئی نسل کی تربیت کی جانب اہم قدم ہوگا، مسلمانوں نے دینی تعلیم کے ادارے بھی بہت قائم کر لیے ہیں اور عصری تعلیم کے لیے اسکول اور کالج قائم کرنے میں بھی انہیں تامل نہیں ہوا ہے، علی گڑھ یونیورسٹی مسلمانوں نے قائم کی، جامعہ ملیہ بھی قائم کرنے والے مسلمان ہیں، مسلمانوں نے ہمدرد فاؤنڈیشن کے ذریعہ متعدد علمی اور تحقیقی اور تعلیمی ادارے قائم کیے۔ لکھنؤ میں مسلمانوں نے انگرل یونیورسٹی قائم کردی، میگھالیہ میں یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹکنولوجی دیندار اور متشرع مسلمانوں نے قائم کرڈالی جس میں آٹھ ہزار سے زیادہ مسلم طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ چنئی میں ''بی اس عبدالرحمٰن کریسنٹ یونیورسٹی'' مسلمانوں نے قائم کردی ہے، سات اسکولوں اور پانچ کالجوں کو یونیورسٹی کا درجہ مل گیا ہے، یہ یونیورسیٹی قائم کرنے والے عبدالقادر بوہاری ہیں۔ جودھپور میں بلڈنگ میٹیریل کے ٹھیکہ دار جناب محمد عتیق نے مولانا آزاد یونیورسٹی قائم کرنے کا کارنامہ انجام دیا ہے، ان کے قائم کردہ اداروں میں تیرہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یوپی میں جہانگیرآباد میں امریکہ میں مقیم منظور غوری کی تنظیم نے سائنس اینڈ ٹکنالوجی انسٹیٹیوٹ قائم کیا ہے، سید محمد امین، اشرف اور افضل، تین بھائیوں نے علی گڑھ میں البرکات اسکول اور کالج قائم کیا ہے، حیدرآباد میں غیاث الدین بابو خان نے کئی عصری تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں، اسی طرح پونے میں بھی انعام دار صاحبان نے مسلمانوں کے لیے کئی عصری تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں، ملت کے بچوں کی تعلیم کے ادارے مسلسل کھل رہے ہیں، کرناٹک میں شاہین گروپ نے تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں، اس وقت تعلیم کے فروغ کا مورچہ بہت سے اشخاص نے سنبھال رکھا ہے، یہ تمام باتیں خوش آئند ہیں، لیکن اگر مسلمان طلبہ مسلمان ہی نہ رہیں تو ان کوششوں کا کیا فائدہ ہوگا اس وقت عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے اسلامک ہوسٹل قائم کرنا بہت ضروری ہے جس طرح سے اسوقت ہندوستان بھر میں عصری تعلیم کے ادارے قائم کیے جارہے ہیں اور ہر جگہ کسی نہ کسی سرسید کا ظہور ہورہا ہے، اسی طرح مولانا گیلانی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیے۔ کوئی بتائے کہ عصری تعلیم کے اداروں میں، حکومت کے ایوانوں میں صنعت وتجارت اور معاشیات کی کارگاہوں میں اسلام کے خادموں اور فداکاروں کی دین کے داعیوں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ضرورت ہے تو اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اسلامی ہوسٹل کے ذریعہ عصری علوم کے طلبہ کی ہر

www.tameerehayat.com

جگہ اسلامی تربیت کی جائے ۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کا بیڑا صرف تعلیم کی کشتیوں سے پار نہیں ہوگا بلکہ اسلامیت کے بادبان کی بھی ضرورت ہوگی ۔اگر یہ بادبان نہ ہوں گے تو یہ کشتیاں بھٹکتی پھریں گی اور ساحل مراد تک نہیں پہونچ سکیں گی، ہوائیں ان کو دائرہ اسلام سے دور بہالے جائیں گی اور کشتیاں بے دینی کے بھنور میں پھنس جائیں گی،نوجوانوں کی غالب اکثریت عصری تعلیم حاصل کررہی ہے ان نوجوانوں سے ایک مضبوط ٹیم بنانے کی ضرورت ہے اس وقت لذت کردار کے ساتھ اور ولولہ وعزم کے ساتھ کسی کو میدان میں آنے کی ضرورت ہے جو ملک میں اسلامی ہوسٹل یا گیلانی ہوسٹل کی تحریک چلائے ہندوستان کے کم ازکم دس بڑے شہروں میں اسلامک ہوسٹلس کا جلد سے جلد قیام ہونا چاہیے، اس کے لیے وسیع اراضی کی خریداری اور عمارتوں کی تعمیر کا کام کرنا ہوگا۔ پہلے کسی ایک شہر سے اس کام کا آغاز کرنے کی ضرورت ہے، اس وقت امت مسلمہ کی نئی نسل کی حفاظت کے لیے اور اس کو ملت کے لیے کارآمد اور خزانہ قوت بنانے کے لیے یہ کام اب ایسی شدید ضرورت بن گیا ہے جس میں تاخیر اور التوا کی کوئی گنجائش نہیں، مسلمانوں کو طے کرنا ہے کہ اس ملک میں مستقبل کی شاہراہ پر انہیں کیسے گذرنا ہے، تاج بسر گذرنا ہے یا خاک بسر گذرنا ہے ۔ یہاں قعر مذلت میں رہنا ہے یا قصر عزت میں رہنا ہے، ملت کی فکر رکھنے والوں کو انتظار ہے کہ کوئی مفکر اور منصوبہ ساز رہنما اس کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے اور اللہ اصحاب خیر کو بھی توفیق دے کہ اس عظیم منصوبہ کی تکمیل کے لیے اور اسلام کو اس ملک میں طاقتور اور مستحکم بنانے کے لیے اللہ کی راہ میں خوش دلی اور دریا دلی کے ساتھ اپنا سرما یہ خرچ کریں۔اس سے پہلے کہ تعصب کے طوفان میں کشتی ڈوب جائے ، اس سے پہلے کہ یہ ملک دوسرا اسپین بن جائے اس سے پہلے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ مسلمانوں کے کام کا نہ رہے اور مخالف خیمہ میں چلا جائے ،کسی کو فورا آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔مولانا گیلانی نے جب یہ تجویز پیش کی تھی اس وقت حالات دوسرے تھے اس وقت یہ کافی تھا کہ درد دل سے ایک بات کہی جائے لیکن اب حالات دوسرے ہیں ، پہلے سے بہت زیادہ خراب ہیں،نسیم بہار گرد آلود ہے، حالت یہ ہے کہ ہر ایک لمحہ شب غم ہے اور امید صبح بہت کم ہے،اس لیے وہی تجویز مولانا گیلانی کی دوبارہ لکھی جارہی ہے لیکن اب قلم کو خون دل میں ڈبو کر لکھی گئی ہے ،خون تھوک کر کہی گئی ہے،خون کے آنسو بہا کر کہی گئی ہے ۔ انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز کی طرف سے مولانا مناظر احسن گیلانی پر ایک کل ہند وقیع سمینار پٹنہ میں منعقد ہورہا ہے۔ مولانا گیلانی کی اس سے بڑی تکریم نہیں ہوسکتی ہے، نہ اس سے بڑا کوئی خراج عقیدت ہوسکتا ہے کہ ان کے اس عظیم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہونچایا جائے، ہندوستان کے دو تین بڑے مسلم ادارے اس کام کا بیڑا اٹھالیں ۔ اس وقت ضرورت ہے کہ جلسے کم کیے جائیں اور ٹھوس تعمیری کام زیادہ کیے جائیں۔ اسلامک ہوسٹلس کا منصوبہ معمولی منصوبہ نہیں ہے، یہ ملت کے استحکام کا اور امپاورمنٹ کا منصوبہ ہے، ملت کے مستقبل کو درخشاں کرنے کے لیے ،اس کے گیسوئے برہم کو سنوارنے کے لیے اور چاک دامانی کو رفو کرنے کے لیے دیکھنا ہے کہ کون سامنے آتا ہے ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کی دینی دعوت

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

صفحات: ۳۴۸ قیمت: ۲۸۰ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، موبائل نمبر: 9889378176

ای میل: airpnadwa@gmail.com

www.tameerehayat.com

نبی خاتم

ختم نبوت ختم شریعت

.....مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

دنیائے انسانیت کی عمر جو بھی ہو لیکن اس کا آخری دور اپنی وسعت و آفاقیت، جامعیت و مرکزیت اور اپنے کمال و اعتدال میں اس نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے کہ اس کے بعد اب کسی نقص کی تکمیل کا کوئی تصور باقی نہیں رہ جاتا ہے، کمال سے اعتدال وجود میں آتا ہے اور اعتدال کے بعد ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے، حضرت آدمؑ سے کمال آدمیت کا جو سفر ارتقاء شروع ہوا تھا وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا نبی آخر الزماں سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر دور میں بذریعہ وحی عالم انسانیت کو خبر دے دی گئی کہ: "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" [المائدۃ:۳] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام کو پسند کرلیا)، آیت شریفہ کے پہلے دو جملوں میں کمال کی اطلاع دی گئی ہے اور تیسرے جملہ میں اس کے اعتدال اور پھر ٹھہراؤ کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے؛ ختم نبوت کمال سلسلہ نبوت ہے ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ختم نبوت کا بھی اعلان فرمایا ہے اور ختم شریعت کا بھی اور یہ دونوں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں، شریعت کا مصدر وحی الٰہی ہے جو صرف حضرت انبیاء علیہم السلام پر ہی ہوتی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، سلسلہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا گیا اور اعلان کردیا گیا: "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" [الاحزاب:۴۰] [محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں البتہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر ہیں]، اور اس کے بعد ہی تکمیل دین اور اتمامِ نعمتِ شریعت کا بھی اعلان کردیا گیا، یہ ختم نبوت کا لازمہ تھا۔

اس آخری دین وشریعت کی وسعت کا دائرہ زمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو قیامت تک کے لیے ہے اور مکانی اعتبار سے دیکھا جائے تو پوری دنیا کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، دنیا کے مختلف انواع کے خاندانوں، قبیلوں، مختلف زمانوں میں پیدا ہونے والے الگ الگ مزاج اور ساخت رکھنے والے انسانوں کے لیے اس شریعت میں ایسی وسعت ہے کہ وہ سب کو اپنے دائرہ میں لے لیتی ہے اور ہر ایک کی رہنمائی کرتی ہے اور اس کو اس کی اپنی اصل منزل تک پہنچاتی ہے، یہ اللہ کا اس آخری امت پر خاص فضل ہے کہ اب اس کو نہ کسی نبی کا انتظار کرنا ہے اور نہ کسی وحی کا اگر کوئی دین وشریعت میں تبدیلی کی بات کرتا ہے یا اس کو یہ دعویٰ ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے یا ایسا الہام ہوتا ہے جس میں خطا کا احتمال نہیں تو یہ حقیقت میں ختم نبوت پر ایک حملہ ہے اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک بغاوت ہے اور ایسا کرنے والے حقیقت میں اللہ کے اس انعام کے منکر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آخری امت پر فرمایا ہے: "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" [المائدۃ:۳] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام کو پسند کرلیا) کی آیت جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو بعض یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر ایسی آیت ہمارے یہاں اترتی تو ہم اس دن جشن مناتے اور وہ دن ہمارے یہاں عید کا دن ہوتا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس دن وہ آیت نازل ہوئی وہ دوہری عید کا دن تھا، ایک عرفہ کا دوسرے جمعہ کا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے سلسلہ کا اختتام کا اعلان محض اس کے اختتام ہی کا اعلان نہیں بلکہ اس کے عروج وکمال کی اس انتہاء کا اعلان تھا کہ اس کے بعد مزید کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اس کی مثال ایک حدیث میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے: "عن أبي هريرةؓ أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه

www.tameerehayat.com

البلبنة، قال: فأنا اللبنة، و أنا خاتم النبيين" [صحیح بخاري:۳۵۳۵] (میری مثال اور مجھ سے قبل انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک شاندار گھر کی تعمیر کی، پورے گھر کی خوب تحسین وزیبائش کی لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کا طواف کرنے لگے اور حیرت کرنے لگے، اور کہتے کہ تم نے یہ اینٹ کیوں نہ لگا دی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں)۔

اسلام اب ایک مستقل دین مستقل تہذیب اور ایک ایسے ضابطۂ حیات کی شکل میں موجود ہے جس کی نوک پلک پوری طرح درست کی جا چکی اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک جامع اور مکمل نمونہ امت کے سامنے پیش فرمادیا ہے کہ زمانہ کتنی ہی ترقی کر جائے لیکن ہر موقع اور دور کے لیے اس میں ایسی روشنی موجود ہے جس سے انسان ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہے گا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنے بلیغ اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''عقیدۂ ختم نبوت درحقیقت نوع انسانی کے لیے ایک شرف وامتیاز ہے، وہ اس بات کا اعلان ہے کہ نوع انسانی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے، اور اس میں یہ لیاقت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ خدا کے آخری پیغام کو قبول کرے، اب انسانی معاشرے کو کسی نئی وحی، کسی نئے آسمانی پیغام کی ضرورت نہیں، اس عقیدے سے انسان کے اندر خود اعتمادی کی روح پیدا ہوتی ہے، اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے، اور اب دنیا کو اس سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں، اب دنیا کو نئی وحی کے لیے آسمان کی طرف دیکھنے کے بجائے خدا کی پیدا کی ہوئی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے اور خدا کے نازل کیے ہوئے دین واخلاق کے بنیادی اصولوں پر زندگی کی تنظیم کے لیے زمین کی طرف اور اپنی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے، عقیدۂ ختم نبوت، انسان کو پیچھے کی طرف لے جانے کے بجائے آگے کی طرف لے جاتا ہے، وہ انسان کے سامنے اپنی طاقتوں کو صرف کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، وہ انسان کو اپنی جد وجہد کا حقیقی میدان اور رخ بتلاتا ہے، اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہو تو انسان ہمیشہ تذبذب وبے اعتمادی کے عالم میں رہے گا، وہ ہمیشہ زمین کی طرف دیکھنے کے بجائے آسمان کی طرف دیکھے گا، وہ ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن اور متشکک رہے گا، اس کو ہر مرتبہ ہر نیا شخص یہ بتلائے گا کہ گلشن انسانیت اور روضۂ آدم ابھی تک نامکمل تھا، اب وہ برگ وبار سے مکمل ہوا ہے، اور وہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب اس وقت تک یہ نامکمل رہا تو آئندہ کی کیا ضمانت ہے، اس طرح وہ بجائے اس کی آبیاری اور اس کے بھلوں اور پھولوں سے متمتع ہونے کے نئے باغبان کا منتظر رہے گا، جو اس کو برگ وبار سے مکمل کرے''۔

[قادیانیت-اسلام اور نبوتِ محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت:۲۹-۳۱]

ختم نبوت کے عقیدے میں یہ اعلان کردیا کہ شریعت بھی مکمل ہوچکی اب انسان کو از سرنو سوچنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ساری صلاحیتیں اسی رحمت کے سرسبز وشاداب رکھنے میں صرف کی جائیں جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماچکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت پر جو احسانات فرمائے ان میں ختم نبوت ہی ایک ایسا تحفہ ہے جو اس امت کی خصوصیت ہے اور امت اس سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتی رہے گی اور یہی اس کے تحفظ وحدت وسالمیت کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو اس کو دوسری امتوں سے ممتاز کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(سات جلدوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں ترجمہ وتفسیر

تفسیر فاروقی اور ہندی ترجمہ قرآن مجید کا پیغام

از -(مولانا) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ مسلم وغیر مسلم اور نومسلموں کے لیے آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر روز کے سبق کے اعتبار سے تقریباً دس دس آیتوں کا ترجمہ پھر ہر آیت کی الگ الگ تفسیر نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے، پھر ہر آیت کا پہلے شان نزول، اس سے متعلق احادیث اور مسائل کے ساتھ غیر مسلموں کے عقائد وسوالوں کے جوابات اور سائنسی تحقیق وفضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ

موبائل نمبر: 09919042879, 0998449015

www.tameerehayat.com

تاریخ وتذکرہ

قصواء- رسولِ اکرمؐ کی مبارک اونٹنی

.....عبدالستار خان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام قصواء تھا، قصواء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مالک کے نزدیک انتہائی محبوب ہو اور اس محبت کی وجہ سے اس کا مالک اسے کام اور بوجھ ڈھونے سے آزاد کردے اور دوسری اونٹنیوں کی طرح اسے چرنے کے لیے چراگاہ نہ بھیجے، قصواء اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس کے کان یا ناک یا ہونٹ کا کوئی حصہ کٹا ہوا ہو مگر رسول اکرمؐ کی اونٹنی قصواء اس طرح کے ہر عیب سے پاک تھی، قصواء نامی مبارک اونٹنی رسول اکرمؐ کو بہت محبوب تھی، اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ قصواء اونٹنی نہایت فرماں بردار اور شریف الطبع تھی، اسلامی تاریخ میں 'قصواء اونٹنی' کا بڑا مقام ہے۔

قصواء قبیلہ بنی قشیر کی چراگاہوں میں پیدا ہوئی اس کی رنگت سرخی مائل تھی، جب قصواء چار سال کی ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے بنی قشیر سے ۸۰۰ر درہم کے عوض خرید لیا، سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت دی تو اکثر صحابہ کرامؓ ہجرت کر گئے مگر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہجرت سے یہ کہہ کر روکے رکھا کہ شاید اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کسی ساتھی کا انتظام کردے، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی تیاری شروع کردی اور بنی قشیر سے دو تیز رفتار اور طاقت ور اونٹنیاں خرید لیں، ان دو اونٹنیوں میں سے ایک قصواء تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اکرمؐ اور صدیق اکبرؓ نے غار میں پناہ لی، تین دن کے بعد جب روانگی کا وقت آیا تو صدیق اکبرؓ نے رسول اکرمؐ کی سواری کے لیے اونٹنی پیش کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان، آپؐ ان دو اونٹنیوں میں سے کوئی ایک پسند فرمالیں، آپؐ نے فرمایا: ہاں! مگر میں اس کی قیمت ادا کروں گا، صدیق اکبرؓ نے جو اونٹنی رسول اکرمؐ کو فروخت کی اس کا نام قصواء رکھا گیا، آپؐ نے اس کی قیمت ادا کی، پھر اس پر سوار ہوکر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

علماء کرامؒ کا کہنا ہے کہ سفر ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اونٹنی خریدنے میں حکمت یہ ہے کہ رسول اکرمؐ چاہتے تھے کہ اس مبارک اور تاریخی سفر ہجرت میں آپؐ اپنی جان و مال سے ہجرت فرمائیں، قصواء کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپؐ نے اس پر سوار ہوکر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا وہ عظیم سفر کیا جسے اسلامی تاریخ میں ہجرت کہا جاتا ہے، اسی سفر کے بعد قصواء اونٹنی کو شرف ورفعت کی کئی منزلیں ملیں۔

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اکرمؐ نے قبا میں قیام فرمایا، پھر رسول اکرمؐ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا جہاں پہنچنے پر مدینہ منورہ کی بچیوں نے دف بجا کر رسول اکرمؐ کا استقبال کیا، اس مبارک سفر میں بھی رسول اکرمؐ قصواء پر سوار تھے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

''انصار اگرچہ دولت مند نہ تھے، لیکن ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ رسول اکرمؐ اس کے ہاں قیام فرمائیں، چنانچہ آپؐ انصار کے جس مکان یا محلے سے گزرتے وہاں کے لوگ آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لیتے اور عرض کرتے کہ تعداد و سامان اور ہتھیار و حفاظت فرش راہ ہیں، تشریف لائیے مگر رسول اکرمؐ فرماتے کہ اونٹنی کی راہ چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔[الرحیق المختوم، ص ۲۴۱]

مطلب یہ ہے کہ قصواء اونٹنی توفیق الٰہی سے چل رہی ہے، اس کی راہ چھوڑ دو، اسے جہاں حکم ہوگا وہیں بیٹھ جائے گی، نیز اونٹنی کے بیٹھنے کے مقام پر ہی مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوگی اور وہیں رسول اللہؐ قیام فرمائیں گے۔

یہ سن کر سب قصواء کی راہ سے ہٹ گئے اور حیرت و استعجاب سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے رہے، قصواء چلتی رہی یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ کر بیٹھی جہاں آج مسجد نبویؐ ہے لیکن رسول اکرمؐ نیچے نہیں اترے، قصواء دوبارہ اٹھی، تھوڑی دور گئی، مڑ کر دیکھنے کے بعد دوبارہ اسی مقام پر آکر بیٹھ گئی، اس کے بعد آپؐ نیچے تشریف لے آئے، یہ آپؐ کے ننھیال والوں، یعنی بنی نجار کا محلہ تھا، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ننھیال میں قیام فرما کر رسول اکرمؐ کی عزت افزائی کرنا چاہتے تھے، اب بنو نجار کے لوگوں نے میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لیے رسول اکرمؐ سے عرض کیا مگر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے لپک کر قصواء سے کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے گئے، اس پر رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے''، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو رسول اکرمؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، ادھر حضرت سعد بن

www.tameerehayat.com

زرارہؓ نے آکر قصواء کی نکیل پکڑ لی چنانچہ اس مدت کے دوران قصواء ان کے پاس رہی۔

اللہ تعالیٰ نے قصواء کو وہ طاقت وقوت عطا کی کہ وہ وحی کے بار کو برداشت کر سکے، علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ واحد سواری تھی جو وحی کا بار برداشت کر سکتی تھی، آپؐ اس پر سوار ہوتے اور اچانک آپؐ پر وحی کا نزول ہوتا تھا، وحی کے نزول کے وقت آپؐ کا جسم اطہر اپنے وزن سے کئی گنا بھاری ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ اس کی تاثیر اردگرد کی چیزوں پر بھی ہوتی تھی، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ''رسول اللہؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے اور اچانک وحی کا نزول ہوتا، وحی کا اتنا بوجھ ہوتا تھا کہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا گویا قصواء کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی''۔

وحی کے بوجھ کا اندازہ لگانے کے لیے ایک اور روایت پیش خدمت ہے، ایک مرتبہ آپؐ حضرت زید بن ثابت کی راہ پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے کہ اچانک وحی کا نزول شروع ہو گیا، سیدنا زید کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! قرآن کے بوجھ سے قریب تھا کہ میری ہڈی ٹوٹ جاتی، میں سمجھا کہ آج کے بعد میں اپنے پیروں پر نہیں چل سکتا''۔

قصواء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسے پانچ اہم مواقع میں شرکت نصیب ہوئی، رسول اکرمؐ غزوۂ بدر کے لیے اسی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے، صلح حدیبیہ، عمرہ قضا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے سفر میں بھی قصواء شریک تھی۔

فتح مکہ کے موقعے پر رسول اکرمؐ مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ تواضع اور انکساری سے آپؐ کا سر جھکا ہوا تھا، روایات میں آتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس قدر سر جھکا لیا کہ سر اقدس قصواء کے کوہان سے لگ رہا تھا، جب آپؐ مسجد الحرام میں فاتح بن کر داخل ہوئے تب بھی آپؐ قصواء پر سوار تھے، اس وقت بیت اللہ کے گرد ۳۶۰؍بت تھے، آپؐ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپؐ کمان سے بتوں کو مارتے اور فرماتے: ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل جانے والی چیز ہے''، آپؐ کی ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گر پڑتے، آپؐ نے قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا۔

آپؐ جب کسی صحابی کو کسی اہم مہم کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے قصواء پر بھیجتے تھے ذوالقعدہ ۹ ہجری کو نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا، قافلے کی روانگی کے بعد سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوتی ہیں جن میں مشرکین سے کیے گئے عہد و پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس حکم کے آجانے کے بعد رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا تاکہ وہ آپؐ کی جانب سے اعلان کر دیں، خون اور مال کے عہد و پیمان میں عربوں کا دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کروائے، خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، آپؐ نے حضرت علیؓ کو قصواء پر سوار کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ قصواء پر سوار ہو کر جب حضرت ابوبکرؓ تک پہنچتے ہیں تو نماز کا وقت ہو گیا تھا، تکبیر کہی گئی تھی اور حضرت ابوبکرؓ امامت کرنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ قصواء کی آواز سنائی دی، حضرت ابوبکرؓ جو تکبیر کہنے والے تھے، رک گئے اور فرمایا: ''یہ قصواء کی آواز ہے، شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے ہیں''، جب قصواء قریب آتی ہے تو اس پر سوار بھی نظر آجاتے ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؓ کی حضرت صدیق اکبرؓ سے ملاقات وادی ضجنان میں ہوئی، حضرت ابوبکر نے سیدنا علیؓ کو قصواء پر سوار دیکھا تو دریافت کیا: امیر ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: مامور، پھر دونوں آگے بڑھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے امیر الحج کی حیثیت سے لوگوں کو حج کرایا، دسویں تاریخ، یعنی قربانی کے دن حضرت علیؓ نے قصواء پر سوار ہو کر جمرہ کے پاس لوگوں میں وہ اعلان کیا جس کا حکم رسول اللہؐ نے دیا تھا، تمام عہد والوں کا عہد ختم کر دیا اور انہیں چار مہینوں کی مہلت دی، جن کے ساتھ عہد و پیمان نہیں تھا، انہیں بھی چار مہینے کی مہلت دی، جن مشرکین نے مسلمانوں سے عہد نبھانے میں کوتاہی نہیں کی، نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی، تو ان کا عہد ان کی طے کردہ مدت تک برقرار رکھا، حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کی ایک جماعت بھیج کر یہ اعلان عام کروایا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا، نہ کوئی بے لباس ہو کر بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے، یہ اعلان گویا جزیرہ عرب سے بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا۔

مختلف مہمات کے علاوہ سفر و حضر کے دوران بھی اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ، رسول اکرمؐ کے ساتھ قصواء پر سوار ہوئے، حجۃ الوداع کا سفر بھی آپؐ نے قصواء پر کیا، روایات میں آتا ہے کہ ۹؍ذوالحجہ کو آپؐ کے حکم پر قصواء پر کجاوہ کسا گیا اور آپؐ بطن وادی میں تشریف لے گئے جہاں ایک لاکھ ۲۴؍ہزار یا ایک لاکھ ۴۴؍ہزار صحابہ کرام کا مجمع تھا، آپؐ نے وہاں ایک جامع خطبہ دیا، یہ خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے، یہ مساوات انسانیت اور ذات پات کے خاتمے کا اولین منشور

www.tameerehayat.com

ہے، قصواء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر یہ جامع خطبہ ارشاد فرمایا: ''لوگو! میری بات سنو، میں نہیں جانتا کہ شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی مل سکوں، تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے، جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے، سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔

عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعہ حلال کیا ہے۔

میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم اس کے بعد ہر گز گمراہ نہ ہوگے، وہ ہے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جانے والا ہے، تو تم لوگ کیا کہوگے؟ صحابہؓ نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کردی، پیغام پہنچادیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرمادیا، یہ سن کر آپؐ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ گواہ رہ''۔

واضح رہے کہ رسول اکرمؐ کے تمام خطبات میں یہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقعے پر ارشاد فرمایا گیا، آپؐ کا طویل ترین خطبہ ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: ''خطبہ ارشاد فرمانے اور ظہر وعصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ جائے وقوف پر تشریف لے گئے، قصواء کا شکم چٹانوں کی جانب کیا اور جبل مشاۃ کو سامنے کیا اور قبلہ رخ وقوف فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا، اس کے بعد رسول اکرمؐ قصواء پر سوار ہوئے، اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو پیچھے بٹھایا، وہاں سے مزدلفہ تشریف لے گئے''۔

رسول اکرمؐ کو قصواء اس قدر محبوب تھی کہ اسے دیگر اونٹنیوں کی طرح کھونٹے سے باندھ کر نہیں رکھا جاتا تھا، بلکہ اسے کھلا چھوڑا جاتا تھا، قصواء کا دائمی مسکن جنت البقیع کے قریب ایک چراگاہ تھی، قصواء وہاں قرب و جوار کی جھاڑیوں سے چرتی تھی، رسول اکرمؐ قصواء کو پیار سے کبھی 'جدعاء' بھی کہہ کر بلاتے، کبھی 'قضباء' اور کبھی 'عصباء' کہتے، گویا یہ سب قصواء کے نام ہیں، قصواء کو اونٹوں کے دوڑ کے مقابلوں میں بھی کبھی کبھار شریک کرایا جاتا تھا، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: ''جب کبھی قصواء کو اونٹوں کے مقابلوں میں شریک کروایا گیا تو قصواء دوڑ میں ہمیشہ بازی لے گئی''۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوڑ کے مقابلے میں قصواء پیچھے رہ گئی اور دوسری اونٹنی اس پر سبقت لے گئی، اس پر مسلمانوں کو افسوس ہوا، جب نبی کریمؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: دنیا کی چیزوں میں جس چیز کو لوگ بہت زیادہ بلند مقام دینے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے مقام سے گراتا ہے''۔

قصواء رسول اکرمؐ کی خدمت میں ۱۱ رسال تک رہی، آپؐ کی وفات جہاں تمام صحابہ کرامؓ کے لیے عظیم صدمہ تھا، وہاں قصواء کے لیے بھی حضورؐ کی وفات کسی بڑی مصیبت سے کم نہ تھی، صحابہ کرامؓ اس صدمے سے نکل آئے مگر قصواء کو رسول اکرمؐ کی جدائی برداشت نہ ہوسکی، شدت غم کی وجہ سے خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہی، قصواء نے کھانا پینا ترک کردیا، آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہتے تھے، یہاں تک صحابہ کرامؓ نے اس پر رحم کھاتے ہوئے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی، رسول اکرمؐ کی وصال کے بعد قصواء پر کوئی سوار نہ ہوا، پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ایک سال بھی پورا نہیں ہوا کہ قصواء بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

☆☆☆☆☆

دوروزہ فکری، دعوتی وتربیتی کیمپ

مکرمی جناب ناظم/مہتمم صاحب مدرسہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی امید ہے کہ بخیر ہوں گے۔

ہمیں یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہورہی ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق مدارس کو تعلیمی، تدریسی واصلاحی میدان میں متحرک وفعال بنانے اور مدرسین کے اندر فن تدریس کے جوہر اجاگر کرنے کے لیے احاطۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اس سال ۲۳، ۲۴ر فروری ۲۰۱۹ء مطابق ۱۷، ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ بروز ہفتہ واتوار کو دوروزہ تربیتی کیمپ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس اہم پروگرام میں اپنے ادارہ سے دو اساتذہ کو شرکت کے لیے ضرور بھیجیں، قیام وطعام دارالعلوم کے ذمہ اور مصارف سفر متعلقہ اداروں کے ذمہ ہوں گے۔ ان دوروزہ تربیتی پروگراموں میں شرکت لازمی ہے، ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے تاکہ اچھے نتائج برآمد ہوں۔

آپ کے ادارہ سے جو دو اساتذہ شرکت کریں گے، ۲۰ر فروری ۲۰۱۹ء تک بذریعہ ڈاک، ای میل، فون یا وہاٹس ایپ شعبۂ مدارس ملحقہ ندوۃ العلماء کو مطلع کردیں۔

فقط والسلام

کفیل احمد ندوی

ناظر شعبۂ مدارس ملحقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.tameerehayat.com

رسید کتب

تعارف وتبصرہ

محمد اصطفاء الحسن ندوی کاندھلوی

نام کتاب: صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی

مؤلف: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی رحمہ اللہ کی آخری تالیف جو ان کے انتقال سے چند روز قبل زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ طیبہ سے متعلق ہے، جس کے مطالعہ سے قاری کے دل و دماغ میں ان کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور دل ان کی محبت سے سرشار ہوجاتا ہے۔ ۲۷۲ صفحات کے اس رسالہ میں صحابہ کرامؓ کے مقام ومرتبہ سے متعلق اہم نکات اٹھائے گئے ہیں، جس میں ''صحابۂ کرامؓ کا امتیاز''، ''صحابۂ کرامؓ معیارِ حق ہیں''، ''قدسی جماعت'' اور ''صحابۂ کرامؓ کی خصوصیات'' قابل ذکر ہیں۔

اس رسالہ کی تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''اسلامی تاریخ کا بڑا المیہ ہے کہ شرعی علوم (تفسیر، حدیث اور فقہ) سے اشتغال کی وجہ سے مؤرخین اور مصنفین نے تاریخ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی..... اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب ''الاغانی'' میں اس کا اعتراف کیا ہے، اسی وجہ سے تاریخی روایات میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے، علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے..... موجودہ عہد میں ..... ایسی کوششیں ہورہی ہیں اور ایسی کتابیں اور مقالات لکھے جارہے ہیں جن سے اسلامی تاریخ کا روشن چہرہ داغ دار ہورہا ہے، اور بعض اسلامی شخصیتوں کو اور تاریخ میں ان کے مثالی کردار کو نشانہ بنایا جارہا ہے، حتی کہ صحابۂ کرامؓ، امہات المؤمنینؓ اور صحابیاتؓ کو نشانہ بنایا جارہا ہے، ان مؤرخین اور مقالہ نگاروں کا مرجع وہ کتابیں ہیں جو تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں تصنیف کی گئیں، جب کہ اسلامی معاشرہ مختلف عناصر پر مشتمل تھا، خصوصاً فارسیوں (ایرانیوں) کا غلبہ تھا، جن کا دل صاف نہیں تھا۔ پیش نظر رسالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ صحابۂ رسولؐ کے ان پہلوؤں کو سامنے لایا جائے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں''۔

یہ رسالہ دار الرشید، خاتون منزل، گولا گنج لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، ندوۃ العلماء اور اس کے اطراف کے جملہ مکتبوں میں دستیاب ہے۔

نام کتاب: پروفیسر طفیل احمد مدنی۔ شخصیت اور فن

تالیف: نیر عاقل

شعبۂ عربی و فارسی، الٰہ آباد یونیورسٹی کے سابق صدر، استاذ حسن زیات کی مشہور واہم کتاب "تاریخ الأدب العربی" کی اردو زبان میں تلخیص وترجمانی کرنے کے علاوہ کم وبیش گیارہ نثری، شعری اور تحقیقی کتابوں کے مصنف پروفیسر سید طفیل احمد مدنی صاحب کی شخصیت اور فن کے حوالے سے مختلف مشاہیر علم وفن کی تحریروں اور مقالوں کا مجموعہ ہے، جس کی جمع و تدوین اور ترتیب وپیش کش پروفیسر صاحب کے شاگرد رشید جناب عاقل نیر کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ مجلد دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، ''انجمن روحِ ادب'' نے ''پہچان پبلی کیشنز''، الٰہ آباد سے شائع کیا ہے، سن اشاعت ۲۰۰۶ء درج ہے۔

یہ کتاب ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس لال کنواں دہلی اور ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

نام رسالہ: نقوش طیبات

مدیر: مولانا محمد ناصر سعید اکرمی

دو ماہی مجلّہ ''نقوشِ طیبات'' معہد الاسلام حسن البناء الشہید، بھٹکل سے مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ کی سرپرستی اور بانی معہد محمد ناصر سعید اکرمی صاحب کی ادارت میں نکلتا ہے۔ مجلّہ نے اپنے دو شمارے ستمبر اکتوبر اور دسمبر جنوری، داعی الی اللہ مولانا محمد غزالیؒ کی حیات وخدمات کے ساتھ مختص کرکے خصوصی نمبر شائع کیا ہے۔ اعلیٰ معیاری طباعت کے ساتھ تقریباً ۸ر سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مجلّہ کی فہرستِ مشمولات کی تقسیم وترتیب کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ ابتدا میں مولانا کی شخصیت کے حوالہ سے مضامین ہیں جن میں بعض اہم اور بڑی شخصیات کے مضامین بھی شامل ہیں، اس کے بعد ''پیغامات'' کا ایک سلسلہ ہے، پھر کچھ تاثراتی تحریریں ہیں۔ ''اکابر کے خطوط'' پیش کیے جانے کے بعد ''مولانا کی خوشنما تحریر کے چند نمونے'' پیش کیے گئے ہیں، اس کے بعد پھر مضامین کا سلسلہ ہے، جس کے بعد ''مرثیے''، ''خطابات اور حیاۃ الصحابہ کے دروس''، ''ضمیمۂ دعوت وتبلیغ'' اور آخر میں ''طیبات کے مستقل کالمس'' کے تحت دعائے مغفرت وغیرہ پر مجلّہ کا اختتام ہے۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ایک شخص کاروبار میں کسی کے مال کی بکری کرتا ہے اوراس کی رقم میں سے کچھ فیصد وصول کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: اگر کمیشن وصول کرنے والا صاحب مال سے فیصد وصول کرنے پر معاہدہ کرتا ہے تو وہ جتنا مال بکری کرے گا، اس پر اتنی فیصد اجرت ملے گی ،اس کی گنجائش ہے لیکن اگر صاحب مال کے علم میں لائے بغیر کچھ فیصد رکھ لیتا ہے تو یہ خیانت کا درجہ ہے اور ناجائز ہے۔

[ردالمحتار: ج۹/ص۸۷]

سوال: بعض کمپنیوں میں ہر سال مالی سال کے ختم ہونے پر ملازمین کو بونس دیا جاتا ہے اور یہ کمپنی کی طرف سے بطور انعام ہوتا ہے، کیا اس کا لینا جائز ہے؟

جواب: کسی شخص یا ادارہ کے لیے یہ بات بالکل جائز ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو اور کام کرنے والوں کو بطور تحفہ وانعام کے کوئی چیز دے، لہٰذا اس کا لینا درست ہے اور یہ ہبہ یا تبرع مانا جائے گا۔

سوال: ایک شخص کی زمین ہے، وہ ان دنوں بیچنا چاہتا ہے، ان صاحب کا کہنا ہے اگر آپ اس زمین کو بکوادیں تو زمین کی قیمت کا دو فیصد آپ کو بطور محنتانہ دے دیا جائے گا تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی رقم بھی لینا درست ہوگی؟

جواب: مذکورہ صورت میں حسب معاہدہ دو فیصد وصول کرنا جائز ہے، یہ معاملہ تاجروں کے عرف میں دلالی کہلاتا ہے، فقہاء نے خرید وفروخت کے معاملہ میں کمیشن وصول کرنا جب کہ معاہدہ ہو اور فیصد متعین ہو، جائز لکھا ہے۔

[ردالمحتار: ج۹/ص۸۷]

سوال: ایک شخص کمپنی کے تحت کام کرتا ہے، کمپنی والے کبھی کبھی اس کو گاڑی سے سامان پہونچانے کے لیے بھیج دیتے ہیں جس میں عموماً لوہے وغیرہ کا سامان ہوتا ہے لیکن بسا اوقات مکروہ چیزیں بھی بھیجی جاتی ہیں اور اسے اس پر اجرت ملتی ہے تو کیا اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں گاڑی پر سامان لے جانے کی اجرت لینا ان کے لیے جائز ہے، اگر اس میں کچھ مکروہ چیزیں ہوں، لیکن ان کی حیثیت تابع کی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[الدرالمختار مع الشامی: ج۹/ص۵۶۲]

سوال: ایک شخص کا ایک میرج ہال ہے، اس میں نے عورتوں اور مردوں کے کھانے کا الگ انتظام کیا ہے، ہال کرایہ پر لینے والوں کو گانے بجانے سے منع کیا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی کچھ لوگ اطلاع دیے بغیر گانا بجانا اور رقص وغیرہ کرتے ہیں تو کیا اس کے لیے اس کا کرایہ لینا جائز ہے؟

جواب: میرج ہال (Marriage Hall) بنانا اور اس کو کرایہ پر چلانا فی نفسہ جائز ہے لیکن مالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میں لوگوں کو گانا بجانے سے منع کریں اور اطلاع دیے بغیر ایسا کریں تو مالک سے اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اس کا کرایہ لینا درست ہے۔

[درمختار: ج۹/ص۶۹]

سوال: ڈاکٹر کا اپنا سرٹیفکٹ دوسرے کو بیچ کو اجرت وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: سرٹیفکٹ حکماً نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل انتفاع ہے اور قانوناً جرم ہے، لہٰذا اس کو بیچ کر اجرت وصول کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

سوال: ایک گاہک دکان پر آتا ہے، اور ایک مال پر بیعانہ دے جاتا ہے، اور شرط یہ لگاتا ہے کہ اگر میں دو ماہ تک نہ آؤں اور مال نہ لے جاؤں تو مجھے بیعانہ پر کوئی اختیار نہیں، کیا اس طرح کا معاملہ کرنا اور گاہک کے نہ آنے پر بیعانہ کی رقم لے لینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: مال نہ لینے کی صورت میں بیعانہ کی رقم دکاندار کے لیے لے لینا جائز نہیں ہے، بلکہ نہ لینے کی صورت میں بھی گاہک کو حق ہے کہ وہ اپنی رقم واپس لے جائے اور دکاندار اسے واپس کردے۔

سوال: کسی کمپنی میں ایک ملازم کو دوسرے کارخانوں میں جاکر اپنی کمپنی کے لیے ضرورت کی چیزیں خرید کر لانے کی ذمہ داری ہے، یہ شخص کارخانے والوں سے یہ ساز باز کرتا ہے کہ تم اپنے مقرر کردہ دام سے زائد قیمت لگادو، اور کمپنی سے بل وصول کرنے پر زائد رقم مجھے لوٹادو، کیا مذکورہ ملازم کا یہ رویہ اور کارخانہ والوں کا اس قسم کا بل بنانا گناہ نہیں ہے؟

جواب: مذکورہ ملازم کا غلط بل بنوا کر مالک کا پیسہ لینا خیانت اور عظیم گناہ ہے، اور کارخانہ والوں کا اس قسم کا غلط بل بنا کر دینا بھی سخت گناہ ہے، اور گناہ کے کاموں میں مدد ہے، قرآن مجید میں اس کی کھلی ممانعت آئی ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"، لہٰذا اس سے باز آجانا لازم ہے۔

☆☆☆☆☆

www.tameerehayat.com

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

www.tameerehayat.com

Postal Regd. No:S.S.P/LW/NP/63/2018-2020
R.N.I. No : UP.URD./2001/6017
Published on 8th and 23rd of every month
Date of Posting: 10,12 / 25,27
Posted at R.M.S. Charbagh, Lucknow-04

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Office Time :07:30 am To 01:30 pm
Website : www.tameerehayat.com
Email : tameer1963@gmail.com
info@tameerehayat.com

Vol. No. 56 Issue No.6

25 January 2019

RK JEWELLERS
Renowned Name in Jewellery

Haji Abdul Rauf Khan
Haji Mohd. Faheem Khan
Mohd. Owais Khan

Shop : Sarai Bans, Akbari Gate,
Chowk, Lucknow - 226003
Ph.: 0522-2267910
+91-9415108039

R.K. Clinic Research CENTRE

R. K. CLINIC
& RESEARCH CENTRE
Dr. Mohammad Fahad Khan
M.D.

विशेषज्ञ पेट एवं उदर रोग, श्वास एवं चेस्ट रोग, एण्ड्रोक्रायोनोलोजी एवं मधुमेह रोग

24 HOURS EMERGENCY SERVICES AVAILABLE

G-1, Aman Apartments, Chaupatiyan, Opp. Power House, Lucknow
Ph.: 0522-2651950, 9415006983

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
کی ایک قابل اعتماد دوکان :
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 - Mobile : +91-9450462665
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell : +91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

We accept debit and credit cards from all card associations
VISA Maestro MasterCard NET BANKING
PAY ONLINE
www.tameerehayat.com

Editor *Shamsul Haq Nadwi*,
Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at
Azad Printing Press Mahboob Building
Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

DSGN. BY: **SAAD HAMDAM** (MALEGAON, M.S.) @9860448783

www.tameerehayat.com